حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

ستمبر تا دسمبر 2017

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

روٹس فار ایکوٹی

حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

ستمبر تا دسمبر 2017

مدیر

عذرا طلعت سعید

ترجمہ و ترتیب

جنید احمد

رابعہ وسیم

فدا حسین

آصف رضا

خالد حیدر

روٹس فار ایکوٹی

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
مخففات	Vii
نکتہ نظر	xi
الف۔ ملکی زرعی خبریں	1-80
I زرعی پیداواری وسائل	1-13
زمین	1
پانی	10
کسان مزدور	13
II زرعی مداخل	14-19
صنعتی طریقہ زراعت	14
بیج	15
کھاد	17
زرتلافی	18
زرعی قرضے	19
III غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء	19-30
غذائی فصلیں	19
پھل سبزی	21
نقد آور فصلیں	22
اشیاء	29
IV مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	30-36
مال مویشی	31

ماہی گیری	33
مرغبانی	35
V تجارت	36-45
برآمدات	36
درآمدات	43
VI کارپوریٹ شعبہ	46
غذائی کمپنیاں	46
کھاد کمپنیاں	46
VII بیرونی امداد	47-48
عالمی بینک	47
امریکی امداد	47
آسٹریلین امداد	48
جرمن امداد	48
VIII پالیسی	48-55
پیداوار	50
پاک بھارت آبی تنازع	51
نیولبرل پالیسی	53
تحقیق	54
IX ماحول	55-66
زمین	55
پانی	60
فضاء	63
آلودگی، صحت وتحفظ	64

X موسمی تبدیلی	66-68
سبز معیشت	67
XI غربت اور غذائی کمی	68-74
غربت	68
غذائی کمی	71
XII قدرتی بحران	74-75
بارشیں، طوفان	74
سیلاب	75
XIII مزاحمت	75-80
مداخل	75
پیداوار	76
زمین	79
ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں	81-100
I زرعی پیداواری وسائل	81
کسان مزدور	81
II زرعی مداخل	81-82
صنعتی طریقہ زراعت	81
بیج	81
III غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء	82-84
غذائی فصلیں	82
نقد آور فصلیں	83
اشیاء	83
IV مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	84
مال مویشی	84

ماہی گیری	84
V تجارت	85-87
برآمدات	85
درآمدات	86
VI کارپوریٹ شعبہ	87-89
غذائی کمپنیاں	87
بیج کمپنیاں	88
VII بیرونی امداد	89
VIII پالیسی	89
IX ماحول	89-91
پانی	90
فضاء	91
X موسمی تبدیلی	91-95
عالمی حدت	91
کاربن اخراج	93
موسمی بحران	94
XI غربت اور غذائی کمی	95-97
غربت	95
غذائی کمی	96
XII قدرتی بحران	97-99
سیلاب	97
بارش رطوفان	97
زلزلہ	99
XIII مزاحمت	100

مخففات

ADB	Asian Development Bank
AEDB	Alternative Energy Development Board
AIP	Agricultural Innovation Program
ANF	Anti-Narcotics Force Pakistan
APMEPA	All Pakistan Meat Exporters & Processors Association
APSA	Asia Pacific Seed Association
APTMA	All Pakistan Textile Mills Association
AWBs	Area Water Boards
AZRI	Arid Zone Research Institute
BARI	Barani Agricultural Research Institute
BISP	Benazir Income Support Programme
CCI	Council of Common Interests
CDA	Capital Development Authority
COPHC	China Overseas Ports Holding Company Limited
CPEC	China Pakistan Economic Corridor
DAP	Diammonium Phosphate
DFID	Department for International Development
DHA	Defense Housing Authority
DRAP	Drug Regulatory Authority of Pakistan
ECC	Economic Coordination Committee
EPD	Environment Protection Department
EPZs	Export Processing Zones
FAO	Food and Agriculture Organization
FBR	Federal Board of Revenue
FC	Frontier Constabulary
FCA	Federal Committee on Agriculture
FCCI	Faisalabad Chamber of Commerce and industry
FMPAC	Fertilizer Manufacturers of Pakistan Advisory Council
FOs	Farmer Organizations
GCF	Green Climate Fund

GEAC	Genetic Engineering Appraisal Committee
GEF	Global Environment Facility
GHQ	General Headquarters
IB	Intelligence Bureau
IMWIC	International Maize and Wheat Improvement Centre
IRSA	Indus River System Authority
IUCN	International Union for Conservation of Nature
JCC	Joint Coordination Committee
KBP	Kisan Board Pakistan
KCCI	Karachi Chamber of Commerce and Industry
KfW	German Development Bank
LCCI	Lahore Chamber of Commerce & Industry
LTP	Long Term Plan
LUMS	Lahore University of Management Sciences
MUET	Mehran University of Engineering & Technology
NADRA	National Database & Registration Authority
NARC	National Agricultural Research Centre
NHSRC	National Health Services, Regulations and Coordination
NSER	National Socio-Economic Registry
NTHRI	National Tea & High Value Crops Research Institute
OCHA	Office for the Coordination of Humanitarian Affairs
PARB	Punjab Agriculture Research Board
PARC	Pakistan Agricultural Research Council
PASSCO	Pakistan Agricultural Storage and Services Corporation
PBIF	Pakistan Businessmen and Intellectuals Forum
PBS	Pakistan Bureau of Statistics
PCGA	Pakistan Cotton Ginners Association
PCRWR	Pakistan Council of Research in Water Resources
PDA	Pakistan Dairy Association
PFA	Punjab Food Authority
PFMA	Pakistan Flour Mills Association
PFVA	All Pakistan Fruit and Vegetable Exporters, Importers & Merchants Association

PIAPP	Punjab Irrigated Agriculture Productivity Improvement Program
PIMS	Pakistan Institute of Medical Sciences
PKI	Pakistan Kissan Ittehad
PMSA	Pakistan Maritime Security Agency
PPA	Pakistan Poultry Association
ppm	parts per million
PSDP	Public Sector Development Programme
PSMA	Pakistan Sugar Mills Association
PSQCA	Pakistan Standards and Quality Control Authority
PVMA	Pakistan Vanaspati Manufacturers Association
QAT	Qaumi Awami Tehreek
QESCO	Quetta Electric Supply Company
QTTA	Quadrilateral Traffic-in-Transit Agreement
REAP	Rice Exporters Association of Pakistan
RRF	Roundup Ready Flex
SAB	Sindh Abadgar Board
SAGP	Sindh Agricultural Growth Project
SAI	Sindh Abadgar Ittehad
SARC	Sindh Agriculture and Research Council
SCA	Sindh Chamber of Agriculture
SCF	Sindh Community Foundation
SDPI	Sustainable Development Policy Institute
SEZs	Special Economic Zones
SHRC	Sindh Human Rights Commission
SIDA	Sindh Irrigation and Drainage Authority
SMART	Strengthening Markets for Agriculture and Rural Transformation
SMEDA	Small and Medium Enterprise Development Authority
SWD	Sindh Wildlife Department
TCP	Trading Corporation of Pakistan
TDAP	Trade Development Authority of Pakistan
UNICEF	United Nations Children's Fund
USAID	United States Agency for International Development
USDA	United States Department of Agriculture

USPCAS-W	U.S.-Pakistan Center for Advanced Studies in Water
WHO	World Health Organization
WWF-P	World Wide Fund for Nature-Pakistan

آپ کی سہولت کے لیے

ایک ملین	=	1,000,000	=	دس لاکھ
دس ملین	=	10,000,000	=	ایک کروڑ
ایک بلین	=	1,000,000,000	=	ایک ارب
دس بلین	=	10,000,000,000	=	دس ارب
سو بلین	=	1,000,000,000,000	=	ایک کھرب

ایک ہیکٹر	=	2.471 ایکڑ		
ایک ٹن	=	1,000 کلوگرام	=	25 من

نکتہ نظر

اس سال کے آخر چار ماہ کی خبریں نا صرف پاکستانی عوام بلکہ عالمی سطح پر عوام کی بگڑتی ہوئی صورتحال کی نشاندہی کررہی ہیں۔ اس کی مثال عالمی سطح پر بھوک بڑھ جانے کی تشویشناک خبر ہے۔ اقوام متحدہ کے خوراک و زراعت کے ادارے ایف اے او کی سالانہ رپورٹ کے مطابق پچھلی دہائی میں بھوک میں مستقل کمی ہونے کے بعد 2016 میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ دنیا میں 815 ملین (11 فیصد) افراد بھوک کا شکار ہیں اور اس حوالے سے پاکستان بھی ایک شدید متاثرہ ملک ہے۔ پاکستان گلوبل ہنگر انڈیکس میں 119 ترقی پزیر ممالک میں 106 نمبر پر ہے۔کل آبادی کا پانچواں حصہ غذائی کمی کا شکار ہے۔ اس کے علاوہ 45 فیصد بچے غذائی کمی کی وجہ سے نشو ونما میں کمی کا شکار ہیں۔

بھوک میں اضافہ کے علاوہ ایک اور سنگین خبر منظر عام پر آئی ہے۔ اقوام متحدہ میں موسمی تبدیلی پر ہونے والے اجلاس میں سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اس سال کاربن کے اخراج میں دو فیصد اضافے کا امکان ہے جو 2015 سے مستحکم چلا آرہا ہے۔ مزید یہ کہ ایف اے او کے مطابق زراعت، جنگلات اور زمین کے استعمال میں تبدیلی 21 فیصد کاربن گیسوں کے اخراج کی ذمہ دار ہے۔ اس سے جڑی ایک اہم خبر ہے کہ عالمی سطح پر خاص کر ایشیاء پیسفک کے علاقے ماحولیاتی آلودگی کی سنگین حدود کو چھور ہے ہیں۔ اقوام متحدہ کے مطابق اس خطے میں 1990 سے 2012 کے درمیان کاربن کا اخراج دگنا ہوگیا ہے جبکہ معدنیات اور دھاتوں کا استعمال تین گنا بڑھ گیا ہے۔ اقوام متحدہ کے عالمی ادارہ صحت ڈبلیو ایچ او کے مطابق دنیا کے 30 آلودہ ترین شہروں میں سے 25 شہر ایشیاء میں واقع ہیں۔ اس تناظر میں اگر ہم پاکستان میں آلودگی پر نظر دوڑائیں تو حالات بد سے بدتر ہوتے نظر آرہے ہیں۔ حال احوال کے پچھلے شمارے میں بھی ماحولیاتی آلودگی سے ہونے والے اثرات پر زور دیا گیا تھا اور ان چار ماہ میں بھی مزید ہولناک خبریں نظر آرہی ہیں۔ پینے کے پانی میں قابل قبول حد سے زیادہ سنکھیا، منچھر جھیل میں آلودگی کی وجہ سے 24 اقسام کی مچھلیاں ناپید اور صرف سندھ کے 21 اضلاع (جن میں کراچی شامل نہیں) میں یومیہ ہسپتالوں، صنعتوں اور شہری علاقوں سے 100.45 ملین

گیلن آبی فضلہ 755 مقامات سے صاف آبی وسائل میں شامل ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ کراچی کا ایک تہائی ٹھوس فضلہ (تقریباً 12,000 سے 14,000 ٹن) بحیرہ عرب میں جا گرتا ہے۔ پاکستان کے شہروں میں فضائی آلودگی کی سطح دنیا میں سب سے زیادہ آلودگی والے شہروں کے قریب قریب ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان موسمی تبدیلی سے متاثر ہونے والے ممالک کی اولین صف میں شمار کیا جاتا ہے اور حکومت پاکستان کے مطابق وہ اپنے بجٹ کا آٹھ فیصد موسمی تبدیلی سے ہونے والے مسائل پر خرچ کر رہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان کو چاہے غذائی کمی کے حوالے سے پرکھا جائے یا آلودگی کے حوالے سے یا پھر موسمی تبدیلی سے برپا ہونے والے نقصانات کو دیکھا جائے تو ملک بدترین صورتحال سے دوچار نظر آتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس صورتحال کا ملکی سطح پر اور عالمی سطح پر کون ذمہ دار ہے اور ان مسائل سے کونسا طبقہ متاثر ہو رہا ہے؟

موسمی تبدیلی کے حوالے سے مزید مذاکرات کا آغاز اس سال نومبر میں جرمنی کے شہر بون میں ہوا۔ 1997 میں کیوٹو پروٹوکول کے تحت یہ لازم قرار دیا گیا تھا کہ موسمی تبدیلی کو قابو کرنے کے لیے ترقی یافتہ ممالک مضر گرین ہاؤسز گیسوں کے اخراج میں 2012 تک کمی کر لیں گے، اس معیاد کو بعد میں مزید بڑھا کر 2020 تک کر دیا لیکن بون میں ہونے والے مزاکرات سے واضح تھا کہ ترقی یافتہ ممالک اب تک اپنے کاربن اخراج کو کم کرنے کے لیے تاخیری حربے استعمال کر رہے ہیں۔ یعنی امیر سرمایہ دار ممالک ابھی تک اپنی نوآبادیاتی سامراجی سوچ کے تحت تیسری دنیا کے ممالک پر اپنا قبضہ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کی ایک مثال موسمی تبدیلی کے حوالے سے نت نئی ٹیکنالوجیوں کو پاکستانی منڈی میں مہنگے ترین داموں پر متعارف کرنے کے منصوبوں سے واضح ہے۔ کہیں رکازی ایندھن کی جگہ متبادل توانائی پر زور دیا جا رہا ہے اور کہیں زراعت کے لیے بیج، آبپاشی کے جدید طریقے اور شمسی توانائی سے ٹیوب ویل چلانے کے طریقے متعارف کیے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسی ٹیکنالوجی سے ہمکنار کیا جا رہا ہے جو موسم کے لیے نہایت نقصاندہ ہے۔ مثلاً ایسی گائے بھینسوں کو درآمد کرنے کی تجاویز جو کہ ٹھنڈے موسم کی عادی ہوں۔ نئی نئی مشینری اور ترکیب متعارف کروائی جا رہی ہیں جو چھوٹے کسانوں کی پہنچ سے دور ہیں۔ اس طرح پیداوار اور منڈی پر قبضہ بڑے سرمایہ داروں اور زمینداروں کا ہوجائے گا۔ چارے کی پیداوار میں اضافہ کے لیے بھی نئے بیجوں کی سفارشات پیش کی جا رہی ہیں۔ یاد رہے

کہ پاکستان کا عالمی سطح پر کاربن اخراج میں حصہ صرف 0.8 فیصد ہے۔ اس لیے ان امیر ترین سرمایہ دار ممالک کے لیے مہنگی ترین جدید ٹیکنالوجی پاکستان کو فراہم کرنے سے بہتر یہ تھا کہ یہ ممالک اپنی سرحدوں میں کاربن گیسوں کا اخراج کم کرتے نہ کہ پاکستان جیسے قرضے میں ڈوبے ہوئے ملک پر قرض کا مزید بوجھ لادا جاتا۔

اس میں بھی شک نہیں کہ سرمایہ داری نظام سے جڑی صنعتی ترقی کی وجہ سے ہی ملک کے اندر آبی اور فضائی آلودگی خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے جس سے عوام اور ہمارا ماحولیاتی نظام دونوں بری طرح متاثر ہورہے ہیں۔ شہری زندگی صنعتی ''ترقی'' کے ارد گرد خود کو ترتیب دیتی ہے اور صنعتی پیداوار اس آلودگی کی واضح وجہ ہے۔ موسمی تبدیلی نے آلودہ دھند جسے سموگ کہا جاتا ہے جیسے اثرات چھوڑنے شروع کردیے ہیں۔ جیسے کہ حال احوال کے پچھلے شمارے میں بیان کیا گیا تھا کہ سموگ کی وجہ سے بڑے پیمانے پر بیماریاں اور حادثات پیش آئے ہیں۔ اب اس پر قابو پانے کے لیے حکام نے فصلوں کی باقیات جلانے پر دفعہ 144 کے تحت پابندی لگادی ہے۔ ہمارے ملک میں انصاف کا دہرا معیار ہے کہ ایک طرف کسانوں پر خلاف ورزی کرنے پر کہیں مقدمے درج کیے گئے ہیں اور کہیں ان کی گرفتاری کی خبریں ہیں۔ ایسا کیوں ہے کہ جب بڑے بڑے کارخانوں نے صنعتی آلودگی جو کہ ہزاروں ٹن سے زیادہ ہے بحیرہ عرب اور صاف آبی وسائل میں خارج کی تو ان پر مقدمے اور گرفتاری کے وارنٹ جاری نہیں کیے گئے؟ دوسری طرف ماحولیاتی بقاء کے لیے ماحولیاتی نظام میں پائی جانے والی تنوع حیات کا بیدردی سے شکار اور اس کو تباہ کیا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ خود وفاقی حکومت نے شاہ بحرین اور ان کے ساتھیوں کو معدومیت کے خطرے سے دوچار تلور کے شکار کے خصوصی اجازت نامے جاری کردیے ہیں۔ اس پرندے کو نا صرف ملکی اور مقامی جنگلی حیات کے قوانین بلکہ عالمی قوانین کے تحت بھی تحفظ حاصل ہے۔ ملک میں ان قوانین کی خلاف ورزیاں ہر سال واقع ہوتی ہیں اور پاکستان بھر میں ماحولیات کی حفاظت کے ضامن چرند و پرند اور نباتات و قدرتی وسائل تباہی کا شکار ہیں۔ سندھ میں 1971 سے لے کر اب تک جنگلات کے رقبے میں 80 فیصد کمی ہوئی ہے۔ دیر، خیبر پختونخوا کے ایک علاقہ سے 300 سے زائد صنوبر اور دیگر اقسام کے درختوں کی غیر قانونی کٹائی کی گئی ہے۔ خبروں کے مطابق حکومتی اداروں کی بے ضابطگیوں، افسرشاہی اور بااثر افراد ہی کی وجہ سے اس قدر بڑے پیمانے پر درختوں کی غیر قانونی کٹائی

ممکن ہوسکی ہے۔

اہم ترین نباتات وحیوانات کی بربادی ایک طرف ہے اور ماحول دشمن نباتات اور دیگر منصوبوں کا دانستہ فروغ ایک اور بڑا مسئلہ ہے۔ مثال کے طور پر پورے پاکستان میں اور خاص کر کراچی میں ایک نئی قسم کے درخت کونوکارپس کی بھرپور کاشت کے بعد اس سے جڑے مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اب یہ انکشاف کیا جارہا ہے کہ اس درخت سے صحت پر برے اثرات واضح ہیں۔ اسی طرح سندھ اینگرو کول مائننگ کمپنی نے کوئلے کی کان کنی کے عمل میں نکلنے والے پانی کو مقامی علاقوں میں بنائے گئے ذخیرے میں خارج کرنے کا عمل شروع کردیا ہے۔ ان ذخائر پر مقامی لوگوں کو شدید خدشات ہیں اس کے باوجود اس عمل کو جاری رکھا جارہا ہے۔ اب وقت بتائے گا کہ اس عمل سے مقامی زراعت اور ماحول پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ملک کے اندر اشرافیہ طبقہ دولت کے حصول اور پرتعیش رہن سہن کے لیے بیدردی سے فضائی، آبی اور ماحولیاتی آلودگی پھیلانے اور ماحولیات میں توازن رکھنے والی بیش بہا تنوع حیات کو تباہ کرنے میں پیش پیش ہے۔ یہی کچھ عالمی سطح پر خاص کر امیر سرمایہ دار ممالک میں بھی ہورہا ہے۔ ملکی اور غیرملکی اشرافیہ کی دولت کی حوس ہی عوام کی تباہی کا باعث ہے جو کہ ان چار ماہ کی خبروں سے بالکل واضح ہے۔ ماحولیاتی تباہی سے پسا ہوا مزدور طبقہ ہی متاثر ہورہا ہے جس کے بلبوتے پوری دنیا میں صنعتی اور زرعی پیداوار ممکن ہے اور یہی پیداوار سرمایہ دار اور جاگیردار طبقہ کے لیے بے تحاشہ منافع کے حصول اور دولت کی لوٹ کھسوٹ کو ممکن بناتی ہے۔ مثلاً منچھر جھیل جو نا صرف پاکستان کی میٹھے پانی کی سب سے بڑی جھیل ہے بلکہ ایشیاء کی سطح پر بھی بڑی جھیلوں میں شمار کی جاتی ہے، میں بے تحاشہ آلودگی پھیلائی گئی ہے جس کی وجہ سے اس جھیل میں کشتیوں پر بسنے والے مچھیرے جنہیں کہا جاتا ہے ''موہنا'' اپنے صدیوں پرانے طرز زندگی سے ہاتھ دھونے پر مجبور ہیں۔ موہنا کشتی پر رہنے والے لوگوں کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد کا تعلق وادی سندھ کی قدیم تہذیب سے ہے۔ منچھر جھیل میں بے تحاشہ آلودگی کے نتیجے میں روزگار کے خاتمے کی وجہ سے موہنا غربت میں دھکیلے جارہے ہیں۔ ان کی کشتیاں ٹوٹتی جارہی ہیں جنہیں وہ برقرار رکھنے سے قاصر ہیں۔ اس طرح یہ قدیم آبادی اپنے رکھ رکھاؤ اور طرز زندگی اور روزگار سب سے ہاتھ دھو بیٹھی ہے۔ یہ

قدیم آبادی پاکستان کی تاریخ اور ثقافت کا انمول ہیرہ ہےلیکن ہمارے حکمرانوں کو نہ ان کی قدر ہے اور نہ ہی ان کی طرح لاکھوں غربت میں دھکیلی گئی آبادیوں کی آسودہ زندگی کے لیے کوئی فکر ہے۔

صحت سے متعلق شائع ہونے والے تحقیقی جریدے یہ بتارہے ہیں کہ فضائی آلودگی دنیا میں قبل از وقت موت اور بیماریوں کی سب سے بڑی وجہ ہے اور پاکستان میں 22 فیصد قبل از وقت اموات اسی وجہ سے ہورہی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جس مقام پر آج پاکستان اور دیگر ممالک کے عوام کھڑے ہیں اس کی وجہ مجموعی طور پر سرمایہ دارانہ طرز پیداوار اور خصوصاً پچھلے 60-50 سالوں میں اپنائی گئی زرعی اور صنعتی ترقیاتی پالیسیاں ہیں۔ ایف اے او کے مطابق 20 ویں صدی کے آخر میں زراعت میں تبدیلی آنا شروع ہوئی جو زیادہ سے زیادہ زرعی مداخل کے استعمال پر منحصر تھی۔ کئی ممالک میں اس طریقہ زراعت کے منفی ماحولیاتی اثرات دیکھے جاسکتے ہیں جن میں جنگلات کی کٹائی، پانی کی کمی اور کاربن گیسوں کا اخراج شامل ہے۔ کمال یہ ہے کہ اتنے بڑے بڑے مسائل کا اعتراف کرتے ہوئے ساتھ یہ بھی مشورہ دیا جارہا ہے کہ چھوٹے کسان منڈی تک رسائی اختیار کریں اور نئی تکنیک اپنائیں۔ ان ''نئی تکنیکوں' ' کے استعمال اور فروغ کے حوالے سے ناصرف پچھلے چار ماہ بلکہ پورے سال کی اخباری رپورٹوں میں بے تحاشہ ذکر ہے۔ مثال کے طور پر امریکی امدادی ادارہ یو ایس ایڈ نے مال مویشی، زراعت میں پیداوار اور چھوٹے کسانوں کی آمدنی بڑھانے کے لیے تحقیق پر دوملین ڈالر فراہم کیے ہیں۔ آسٹریلیا کی حکومت بھی پیچھے نہیں ہے جس نے معیاری بیج اور کسانوں کی منڈی تک رسائی کے لیے 500,000 آسٹریلوی ڈالر قرضہ فراہم کیا ہے۔ اسی طرح کے کئی منصوبے چین اور جرمنی کی حکومتیں بھی پیش کررہی ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ واضح کردینا چاہیے کہ ان ''نئی تکنیکوں' ' کے پرچار کی بنیادی وجہ سرمایہ دار ممالک اور ان کی دیوہیکل کمپنیوں کے منافع کو فروغ دینا ہے۔ منافع کے فروغ کے لیے ہی یہ جدید سرمایہ داری نظام کی نیولبرل یا آزاد تجارت پر مبنی پالیسی سازی ہے جو کہ نجکاری، عوامی بہبود کے لیے براہ راست حکومتی عمل دخل ختم کرنے اور منڈی (یعنی سرمایہ دار طبقہ) کو مکمل اختیارات دینے پر منحصر ہے۔ یہ ساری پالیسیاں اسی لیے زبردستی رائج کی گئی تھیں کہ سرمایہ دار کمپنیوں کو ہماری منڈیوں تک رسائی حاصل ہوسکے۔ گوکہ ان میں سے کئی منصوبے دیگر صوبوں میں بھی لاگو کیے جارہے ہیں لیکن آزاد تجارتی پالیسیوں کو

رائج کرنے کے لیے سرمایہ دار ممالک کی خاص توجہ صوبہ پنجاب پر ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ پاکستانی زرعی پیداوار کا سب سے زیادہ حصہ پنجاب سے ہی آتا ہے۔ پاکستان کی کل برآمدات میں سے 75 فیصد حصہ زراعت سے حاصل کیا جاتا ہے جس میں سے 60 فیصد حصہ پنجاب سے حاصل کیا جاتا ہے۔

افسوس یہ ہے کہ سامراجی طاقتوں کے ارادوں سے ہمارے حکمران خوفزدہ نہیں بلکہ نوآبادیات کے دور کی طرح ان کا خیر مقدم کر رہے ہیں۔ صوبہ پنجاب کی اشرافیہ غلامی کی ان زنجیروں کو بڑھ چڑھ کر قبول رہی ہے اور صوبے میں تیزی سے جدید صنعتی زراعت کو اپنانے کے لیے پالیسی سازی اور منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔ عالمی بینک نے پنجاب میں زراعت کو جدید بنانے کے لیے 300 ملین ڈالر قرضہ منظور کیا ہے۔ اس قرضے کے تحت اسمارٹ (SMART) منصوبہ شروع کیا جائے گا جس کا ایک مقصد یہ ہے کہ زراعت میں موسمی تبدیلی سے مطابقت کو بہتر بنایا جائے۔ یہ دعویٰ بھی کیا جارہا ہے کہ یہ منصوبہ 350,000 ملازمتیں پیدا کرنے میں اور 1.7 ملین افراد کو غربت سے نکالنے میں کامیاب ہوگا۔ اس کے علاوہ پنجاب حکومت نے 1.8 بلین روپے کی لاگت سے مشینی زراعت کے فروغ کے لیے نجی سرکاری شراکتداری (پبلک پرائیوٹ پارٹنر شپ) کے تحت ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے زرعی مشینری مراکز قائم کیے ہیں۔ کہیں محکمہ زراعت پنجاب گندم کی فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ کے لیے معیاری مفت بیج فراہم کرنے کا انتظام کرے گی اور کہیں خادم اعلیٰ کسان پیکج کے تحت ڈی اے پی کھاد پر زرتلافی دینے کے منصوبے کو وسعت دی جارہی ہے، مفت مال مویشی بانٹے جارہے ہیں۔

پنجاب فوڈ اتھارٹی کے مطابق دالیں، مصالحہ جات، تیل سمیت دیگر خوردنی اشیاء کی کھلی فروخت پر مکمل پابندی عائد کرکے ڈبہ بند اور عمل کاری (پیکنگ اور پروسیسنگ) کی صنعت کے لیے نئی راہیں کھول دی گئی ہیں۔ اتھارٹی کا موقف ہے کہ غیر معیاری اور ملاوٹ شدہ خوراک کی وجہ سے صوبے میں صحت کے حوالے سے مسائل کا سامنا رہتا ہے اور 90 فیصد بیماریاں غیر معیاری خوراک کے استعمال سے ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کے اقدامات سے سرمایہ دار صنعتوں کو ہی منڈی پر قبضے کے لیے جگہ دی جائے گی اور چھوٹے کسان اور کاروبار کرنے والے گروہوں کو منڈی سے بے دخل کردیا جائے گا۔ انہی قوانین کی ایک اور کڑی پنجاب

ایگری کلچرل مارکیٹنگ ریگولیٹری اتھارٹی ایکٹ کا جاری ہونے والا اعلامیہ ہے جو زرعی کاروبار (ایگری کلچرل مارکیٹنگ) میں بڑے پیمانے پر نجی شعبہ کو شراکت کی اجازت دیتا ہے۔ اس ایکٹ کے تحت منڈی میں وہی کاروباری گروہ داخل ہوسکیں گے جن کے پاس حکومت کی طرف سے جاری کردہ سند ہو۔

جیسے کہ پہلے کہا گیا کہ یہ لمحہ فکریہ ہے کہ امداد کے نام پر قرض فراہم کرنے کی ایک لمبی فہرست ہے۔ ہر سرمایہ دار حکومت جدید ترین تکنیک اور ٹیکنالوجی پاکستان جیسے قرض میں دھنسے ملک (جس پر اس وقت تقریباً 89 بلین ڈالر قرض ہے) میں غربت دور کرنے، کسانوں کی آمدنی بڑھانے اور روزگار فراہم کرنے کے نام پر دے رہا ہے۔ یہ کوئی نیا عمل نہیں، پاکستان بننے کے بعد سے ہی یہ عمل جاری ہے۔ یہ وہی ٹیکنالوجیاں ہیں جن کے بارے میں ایف اے او کا کہنا ہے کہ زراعت میں تبدیلی زیادہ زرعی مداخل کی وجہ سے آئی ہے تو آج پھر سے انہی ٹیکنالوجیوں پر کیوں زور دیا جارہا ہے۔ زہریلی ادویات کے استعمال سے اہم ترین تنوع حیات مثلاً گِدھوں کی اقسام معدومیت کا شکار ہوگئیں ہیں اور انہی زہریلی ادویات کے استعمال کا رجحان بڑھانے والی ٹیکنالوجی کو بھی متعارف کیا جارہا ہے۔ نئ بیجوں کا پرچار کیا جارہا ہے حالانکہ یہ معلوم ہے کہ یہ بیج کچھ ہی سالوں میں پیداوار دینے سے قاصر ہوجاتے ہیں اور پھر سے حکومت کو سرمایہ دار ممالک سے مہنگے ترین داموں پر بیج اور ان سے منسلک دیگر ٹیکنالوجیوں کو خریدنا پڑتا ہے۔

شاید ایسے کئی منصوبوں اور پالیسیوں کو سمجھنے کے لیے ایک اور خبر کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق نیشنل ایگری کلچرل ریسرچ سینٹر میں پلانٹ بریڈرز رائٹس کے تحفظ کے لیے ایک رجسٹری کے قیام کے لیے تگ و دو میں لگی ہے۔ اس رجسٹری کا مقصد بیج کی مختلف اقسام کی تیاری کو فروغ دینے اور ان اقسام کو تیار کرنے والے اداروں یا کمپنیوں کے ان اقسام پر ملکیتی حقوق کو تحفظ دینا ہے۔ یہ رجسٹری تو صرف بیج کی اقسام کے لیے ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نیولبرل پالیسی کے تحت امیر سرمایہ دار ممالک ہر طرح کی ٹیکنالوجیوں کی یلغار کررہے ہیں جس میں شمسی توانائی، زرعی مشینری فصلوں پر جراثیم کش ادویات کے چھڑکاؤ اور فصل پر کیڑوں کے حملے اور زمین کی جانچ کے لیے ڈرون سب شامل ہیں۔ یہ ساری ٹیکنالوجی غیر ملکی سرمایہ دار کمپنیاں مہنگے داموں بھاری رائلٹی کی رقم کے ساتھ فراہم کریں گے۔ دوسرے لفظوں

میں ہمارا حکمران طبقہ جن میں جاگیردار اور سرمایہ دار کے علاوہ افسر شاہی بھی شامل ہے عوام کے لیے سود مند پالیسی مرتب کرنے کی بنیادی آئینی اور اخلاقی ذمہ داری سے پیچھے ہٹ گئے ہیں۔

ان حالات میں بڑھتی مہنگائی، ماحولیاتی آلودگی اور گہرے ہوتے ہوئے موسمی تبدیلی کے اثرات عوام کے لیے تباہی کا سامان بن گئے ہیں۔ ایک طرف سی پیک کے تحت زمینی قبضے بڑھتے جارہے ہیں، دوسری طرف یورپ اور امریکہ کے امیر سرمایہ دار ممالک ہمارے قدرتی وسائل اور منڈی پر قبضے میں کامیاب ہوتے جارہے ہیں۔ چھوٹے کسانوں کے لیے گنے کی قیمتوں کو نہایت کم سطح پر برقرار رکھا گیا اور حکومت و سرمایہ داروں کے گٹھ جوڑ سے گنے کی کم قیمت کے خلاف برپا ہونے والی مزاحمت کو جھوٹے وعدوں جیسے حربوں کے ذریعے کمزور کردیا گیا۔ یہ وہ سبق ہیں کہ جن کے ذریعے عوام کو عالمگیریت کی سامراجی بنیادوں کو سمجھتے ہوئے اور ان طاقتوں سے ہمارے حکمرانوں کی گٹھ جوڑ کے خلاف لائحہ عمل تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔ جب تک عوام اور دیگر چھوٹے پیداواری گروہ ایک طاقتور مزاحمتی قوت نہیں بنتے جب تک سامراج کے ہاتھوں پسنے کے علاوہ اور راہ نہیں۔

الف۔ ملکی زرعی خبریں

ا۔ زرعی پیداواری وسائل

زمین

مٹی کے عالمی دن (World Soil Day) کے موقع پر عالمی ادارہ برائے خوراک و زراعت (FAO) کی پاکستان میں نمائندہ مینا ڈولاچی نے کہا ہے کہ پاکستان کا فصلوں کے زیر کاشت رقبہ جمود کا شکار ہے جس میں آبی وسائل میں کمی کی وجہ سے کسی قسم کا اضافہ نہیں دیکھا گیا ہے۔ انہوں نے پاکستان کی آئندہ نسلوں کے مستقبل کو محفوظ بنانے کے لیے مٹی کے تحفظ کو یقینی بنانے پر زور دیا ہے۔ FAO (ایف اے او) کے مطابق پاکستان کی مٹی میں نامیاتی اجزاء اور پودوں کے لیے ضروری دیگر اجزاء کی کمی ہے۔ 90 فیصد مٹی میں نامیاتی اجزاء کی کمی ہے جبکہ 85 فیصد میں فاسفورس اور 40 فیصد مٹی میں پاٹاشیم کی کمی ہے۔ پاکستان کے کل 80 ملین ہیکٹر رقبے میں سے اس وقت تقریباً 22 ملین ہیکٹر رقبہ زیر کاشت ہے جو کل رقبے کا تقریباً 25 فیصد ہے۔ اس صورتحال میں مٹی، پانی اور مداخل کے مربوط انتظام ہی موسمی تبدیلی کے مسائل کو حل کرسکتا ہے اور دیہی ترقی کو فروغ دے سکتا ہے۔ (ڈان، 8 دسمبر، صفحہ 5)

- چین پاکستان اقتصادی راہداری

صدر ممنون حسین نے تاجکستان کو چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) سے فائدہ اٹھانے کی پیشکش کی ہے۔ صدر پاکستان نے تاجک صدر سے ملاقات کے دوران اس امید کا اظہار کیا ہے کہ تاجکستان کے چار فریقی نقل و حمل کے معاہدے (QTTA) میں شمولیت کے آغاز سے اسے قانونی طور پر CPEC (سی پیک) کے ذریعے پاکستانی بندرگاہوں تک رسائی حاصل ہوگی۔ QTTA (کیو ٹی ٹی اے) پاکستان، چین، کرغزستان، کازقستان کے درمیان سی پیک کے تحت تعمیر ہونے والی سڑکوں کے ذریعے تجارت کا معاہدہ ہے۔ (ڈان، 18 ستمبر، صفحہ 5)

وفاقی اور صوبائی حکومت کی نااہلی کی وجہ سے سی پیک کے اہم منصوبے تاخیر کا شکار ہیں۔ ان منصوبوں میں 8.2 بلین ڈالر کے ریل کی پٹریوں کی بحالی و مرمت اور خصوصی اقتصادی زونز (SEZs) کے قیام کے منصوبے شامل ہیں۔ ریل پٹریوں کی بحالی کا کام دو مرحلوں میں 2020 تک مکمل کیا جانا تھا۔ تاہم تاحال منصوبے کا بنیادی نقشہ بھی تیار نہیں کیا گیا ہے جس سے اس کی لاگت میں اضافہ اور سرمائے کے انتظام میں دشواریاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ سی پیک کا دوسرا اہم جز SEZs (ایس ای زیڈز) کا قیام ہے۔ چینی ماہرین کی ٹیم اگلے ماہ پاکستان آرہی ہے لیکن بدقسمتی سے صوبائی حکومتوں نے ابتدائی مطالعاتی رپورٹ (فزیبلٹی رپورٹ) تیار کرنے کے لیے مزید دو ماہ کا وقت مانگا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 22 ستمبر، صفحہ 11)

ایک مضمون کے مطابق اپریل 2015 میں سی پیک کے تحت چین و پاکستان کے درمیان 46 بلین ڈالر کے 51 معاہدوں اور مفاہمت کی یاداشتوں پر دستخط کیے گئے۔ بعد میں مزید نئے منصوبے شامل ہونے کی وجہ سے سی پیک کے تحت ہونے والی سرمایہ کاری کا حجم 60 بلین ڈالر تک پہنچ گیا ہے۔ سی پیک کے تحت چینی سرمایہ کاری کا بڑا حصہ توانائی منصوبوں اور آمدورفت کے بنیادی ڈھانچے پر خرچ کیا جائے گا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ایس ای زیڈز اور صنعتی پارک سی پیک کے طویل المدت منصوبے (LTP) کا حصہ ہیں لیکن دستخط کردہ مفاہمت کی یاداشتوں میں شامل نہیں ہیں، ناہی اس مقصد کے لیے کوئی رقم مختص کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ منصوبہ بندی کمیشن کا کہنا ہے کہ سی پیک سے 1.5 ملین ملازمتیں پیدا ہونگی، لیکن سی پیک سے پیدا ہونے والی ملازمتوں کی تعداد کے حوالے سے صورتحال واضح نہیں ہے البتہ سی پیک کی حفاظت کے لیے اربوں روپے کی لاگت سے پاکستان محافظوں کی تعداد بڑھا رہا ہے۔ سی پیک کے جاری و متوقع منصوبوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ملازمتوں کی نوعیت، دونوں ممالک کے درمیان ملازمتوں کا تناسب، مزدور قوانین اور تمام ایس ای زیڈز میں ان قوانین کے اطلاق کے حوالے سے سوالات پائے جاتے ہیں۔ یہاں یہ واضح کرنا انتہائی ضروری ہے کہ ایکسپورٹ پروسسنگ زونز (EPZs) مزدور قوانین کے اطلاق سے مستثنٰی ہوتے ہیں جبکہ اسپیشل اکنامک زون ایکٹ 2012 کے تحت ایس ای زیڈز میں مزدور قوانین کا اطلاق ہوتا ہے۔ ایسی کسی بھی حکمت عملی کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے جس سے

مزدوروں کے حقوق سلب ہوں۔ ہمیں دنیا بھر میں چینی سرمایہ کاری اور وہاں مزدوروں کے حقوق کا جائزہ لینا چاہیے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ 1973 کے آئین کی رو سے مزدوروں کے حقوق کا تحفظ یقینی بنائے۔ مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کو معاہدوں اور یادداشتوں کا لازمی حصہ بنایا جانا چاہیے۔ (افتخار احمد، دی نیوز، 1 کتوبر، صفحہ III، پالیسی)

ٹرمپ انتظامیہ نے امریکی کانگریس کو آگاہ کیا ہے کہ سی پیک متنازع علاقہ سے گزرتا ہے۔ 56 بلین ڈالر لاگت کا سی پیک منصوبہ پاکستان کے شمالی علاقہ جات سے گزر رہا ہے جس پر بھارت کا دعویٰ ہے کہ یہ جموں وکشمیر کا حصہ ہے۔ امریکی سیکریٹری دفاع جیمز میٹس کا کہنا ہے ون بیلٹ ون روڈ منصوبہ بھی اسی متنازع علاقے سے گزرتا ہے جس کی امریکہ اصولی بنیادوں پر مخالفت کرتا ہے۔ عالمگیریت کے اس دور میں دنیا میں ایسی کئی راہداریاں اور تجارتی راستے ہیں۔ کسی بھی ایک ملک کو ایسی حیثیت اختیار نہیں کرنی چاہیے جس میں وہ دیگر ممالک کو ون بیلٹ ون روڈ میں شامل ہونے کے لیے ہدایات دے۔ (ڈان، 7 اکتوبر، صفحہ 3)

گوادر میں سی پیک منصوبوں پر کام کرنے والی چینی کمپنی چائنہ اورسیز پورٹس ہولڈنگ کمپنی لمیٹڈ (COPHC) کے مطابق کمپنی گوادر بندرگاہ سے حاصل ہونے والی آمدنی میں سے نو فیصد اور گوادر فری زون سے حاصل ہونے والی آمدنی سے 15 فیصد پاکستان کو ادا کرے گی۔ کمپنی کا کہنا ہے کہ اس نے منصوبوں کے آغاز پر 270 ملین ڈالر کی سرمایہ کاری کی تھی لیکن کمپنی کو بنیادی ڈھانچے میں (سڑکیں، بجلی و پانی جیسی) رکاوٹوں کی وجہ سے نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 نومبر، صفحہ 9)

ایک مضمون کے مطابق پاکستان اور چین کے درمیان سی پیک سے متعلق ہونے والے مشترکہ تعاون کمیٹی (JCC) کے ساتویں اہم اجلاس سے متعلق معلومات کا فقدان کئی اہم مجوزہ منصوبوں کے مستقبل کے حوالے

سے شبہات کو جنم دے رہا ہے۔ اجلاس سے متعلق باہر آنے والی خبروں سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ غالباً چین ابتداء میں کیے گئے وعدوں سے پیچھے ہٹ رہا ہے کہ وہ پاکستان کے لیے انتہائی اہمیت کے حامل منصوبوں پر سرمایہ کاری کرے گا۔ کراچی تا پشاور ریل پٹڑی منصوبہ اور سڑکوں کی تعمیر کے تین منصوبوں میں تاخیر دو طرفہ اقتصادی اور مالی اشتراک کے لیے مایوس کن ہے۔ پاکستان کی جانب سے دیامر بھاشا ڈیم منصوبے کی شرائط اور چین کی جانب سے گوادر میں یوآن کے بطور سرکاری کرنسی استعمال کی تجویز کا مسترد کیا جانا (اوپر بیان کردہ) ان خدشات کو تقویت دیتا ہے۔ سی پیک منصوبے پر تحقیق کرنیوالے محقق حسان خاور کے مطابق باہمی تعاون کے لیے صنعت، سیاحت، مالیات اور زرعی شعبہ میں LTP (ایل ٹی پی) کے تحت بنائی گئی حکمت عملی (فریم ورک) بڑی پیشرفت ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان تعاون کا دائرہ کار توانائی اور نقل و حمل کے منصوبوں سے آگے بڑھ رہا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ چین اپنے وعدوں سے پیچھے نہیں ہٹ رہا، شاہراہوں کی تعمیر اور ریل پٹڑی کے منصوبوں میں تاخیر کی وجہ چین کی ان منصوبوں میں دلچسپی میں کمی نہیں ہے بلکہ چین پاکستان میں غیر مستحکم سیاسی صورتحال کی وجہ سے احتیاط سے کام لے رہا ہے۔ (ناصر جمال، ڈان، 11 دسمبر، صفحہ 3 بزنس اینڈ فنانس)

حکومت نے گزشتہ ماہ دستخط کیے جانے والا سی پیک کا ایل ٹی پی باضابطہ طور جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وفاقی وزیر منصوبہ بندی، ترقی و اصلاحات احسن اقبال نے جون میں ایل ٹی پی کی تفصیلات منظر عام پر لانے کا وعدہ کیا تھا۔ سی پیک کی JCC (جے سی سی) نے ون بیلٹ ون روڈ پر مستقبل میں باہمی تعاون کے لیے ایل ٹی پی کی منظوری دی تھی۔ اجلاس میں کچھ ترقیاتی منصوبوں اور ایس ای زیڈز پر اتفاق نہیں ہوسکا تھا۔ وفاقی حکومت کو صنعتی زون میں ہونے والی سرمایاکاری، محصولات میں چھوٹ، صنعتی زون کے قیام کی معلومات کو خفیہ رکھنے پر چھوٹے صوبوں کی جانب سے سخت تنقید کا سامنا ہے۔ سی پیک میں پنجاب کو ترجیح دینے پر چھوٹے صوبوں نے وفاق پر امتیازی سلوک روا رکھنے کا الزام عائد کیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 18 دسمبر، صفحہ 1)

وفاقی وزیر منصوبہ بندی، ترقی و اصلاحات احسن اقبال اور پاکستان میں چینی سفیر یاؤ جنگ (Yao Jing) نے سی پیک پر باہمی تعاون پر مبنی ایل ٹی پی کا اجراء کردیا ہے۔ منصوبے کے دستاویز میں حکومتی خامیوں اور ملک میں ناہموار علاقائی ترقی کو سی پیک کی راہ میں بڑی رکاوٹ قرار دیا گیا ہے۔ ایل ٹی پی کی اہم خصوصیات میں چینی سکے 'یوآن' کو امریکی ڈالر کے برابر درجہ دینے اور زرعی پیداوار میں چینی سرمایہ کاری کی اجازت دینا شامل ہے۔ پاکستان گوادر فری زون کی تعمیر اور اس میں یوآن کے ذریعے تجارت کو فروغ دے گا۔ احسن اقبال کا کہنا تھا کہ امریکی ڈالر کی جگہ چینی یوآن کے استعمال سے پاکستان کو فائدہ ہوگا۔ یوآن دونوں ممالک کے درمیان تمام تجارتی اور مالی لین دین میں استعمال ہوگا لیکن پاکستان کے اندر استعمال نہیں ہو گا۔ زراعت کے حوالے سے منصوبے میں کہا گیا ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان حیاتیاتی افزائش (بائیولوجیکل بریڈنگ)، فصلوں کی پیداوار، ان کا ذخیرہ، بنیادی ڈھانچے کی تعمیر، بیماریوں سے حفاظت اور تحفظ، آبی وسائل کا استعمال جیسے دیگر شعبہ جات میں تعاون کریں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 19 دسمبر، صفحہ 1)

اخباری اداریہ کے مطابق حکومت کی جانب سے سی پیک کے ایل ٹی پی کی جاری کردہ تفصیلات مکمل نہیں ہیں۔ دستاویز کے مطابق چینی تجارتی اداروں، نجی شعبہ اور دیگر مالیاتی اداروں کی براہ راست غیرملکی سرمایہ کاری کے لیے پاکستان میں صورتحال تبدیل ہورہی ہے۔ دستاویز میں مکران کی طویل ساحل پٹی پر سیاحتی مقام کی تعمیر کی نشاندہی کی گئی ہے جو مستقبل میں پاکستان میں چینی شہریوں کی تعداد میں اضافے کا اشارہ کرتی ہے۔ احسن اقبال نے بحثیت وزیر مئی میں ڈان اخبار کی ایل ٹی پی کے حوالے سے اشاعت کو مسترد کردیا تھا۔ اب حکومت کی جانب سے جاری کردہ دستاویز ڈان کی شائع کردہ تفصیلی رپورٹ کا ہی ایک خلاصہ ہے۔ یہ واضح نہیں کہ سی پیک پر مذاکرات میں پاکستانی مفادات کتنی قوت کے ساتھ پیش کیے گئے لیکن ہمیں ڈھکی چھپی سیاست کرنے کے اس موجودہ طریقے کو ختم کرنے کی ضرورت ہے اگر ہم اس تجارت یا سرمایہ کاری سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ (ڈان، 20 دسمبر، صفحہ 8)

- زمینی قبضہ

وزیر ریلوے خواجہ سعد رفیق نے قومی اسمبلی کو تحریری طور پر آگاہ کیا کہ چاروں صوبوں میں ریلوے کی 4,174.2 ایکڑ زمین پر نجی، سرکاری، اور دفاعی اداروں کا غیر قانونی قبضہ ہے۔ قبضہ کی گئی کل زمین میں سے 251.24 ایکڑ زمین پر دفاعی ادارے جبکہ دیگر سرکاری ادارے 540.67 ایکڑ زمین پر قابض ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 16 ستمبر، صفحہ 8)

بلوچستان:

بلوچستان اسمبلی میں وزیر صحت رحمت صالح بلوچ نے توجہ دلاؤ نوٹس میں کہا ہے کہ پنجگور کے علاقے میں کچھ قوتیں غیر قانونی طور پر سرکاری عمارتوں بشمول سرکاری لائبریری اور ڈاک بنگلوں وغیرہ پر قبضہ کررہی ہیں۔ وزیر صحت کے نوٹس پر اجلاس میں وزیر اعلیٰ بلوچستان سردار ثناء اللہ زہری نے خبردار کیا کہ حکومت کسی بھی قسم کا زمینی قبضہ برداشت نہیں کریگی اور ذمہ دار عناصر کے خلاف سخت کاروائی کی جائیگی۔ خبر کے مطابق سابقہ صوبائی وزیر اور محکمہ زراعت بلوچستان میں ملازم انکا بھتیجا مبینہ طور پر زمینی قبضے میں ملوث ہیں۔ (ڈان، 17 ستمبر، صفحہ 5)

سندھ:

کراچی کے نواحی علاقوں میں تعمیر ہونے والے رہائشی منصوبے کسانوں کے لیے ایک ایسی خوفناک ترقی ہے جس سے ان کی بقا کو خطرہ ہے۔ ضلع ملیر جو کراچی کا دیہی حصہ ہے، میں نسلوں سے آباد مقامی آبادیوں کو بیدخلی کے لیے دباؤ کا سامنا ہے۔ کراچی کی یہ دیہی پٹی حالیہ برسوں میں بحریہ ٹاؤن، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی (DHA) اور دیگر بااثر افراد کی توجہ کا مرکز ہے۔ ان رہائشی منصوبوں کے لیے غیر قانونی طریقوں سے حاصل کی گئی ہزاروں ایکڑ زمین پورے ضلع کا تقریباً 10 فیصد ہے۔ بدقسمتی سے کسانوں کی اس وقت کوئی آواز نہیں ہے، جن لوگوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان مقامی رہائشیوں اور کسانوں کے

حقوق کا تحفظ کریں وہ سیاسی اور مالی فوائد کے بدلے ان کے حقوق کا سودا کررہے ہیں۔ ریاست آئینی طور پر پابند ہے کہ وہ شہریوں کے ملکیتی حقوق کی حفاظت کرے۔ اس کے بجائے سندھ میں پیپلز پارٹی کی حکومت ان طاقتور حلقوں کو سرکاری زمین کوڑیوں کے مول فروخت کرکے ان کا ساتھ دے رہی ہے۔
(ڈان، 20 دسمبر، صفحہ 8)

پنجاب:

حساس ادارے انٹیلی جنس بیورو (IB) نے اپنے دفاتر کو توسیع دینے کے لیے ادارہ ترقیات اسلام آباد (CDA) کو زمین مختص کرنے کے لیے کہا ہے۔ IB (آئی بی) نے اپنے دفتر سے ملحقہ 32 کنال زمین پر دفتر کی عمارت تعمیر کرنیکا کا فیصلہ کیا ہے۔ چیئرمین CDA (سی ڈی اے) اور اسلام آباد کے قائم مقام میئر شیخ انصر عزیز کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ حساس ادارے کی درخواست پر 32 کنال زمین کا معائنہ کرلیا گیا ہے۔ اس معاملے کو سی ڈی اے بورڈ میں اٹھایا جائے گا۔ بورڈ سرکاری دفاتر کے لیے زمین کی منظوری دیتا ہے جس کے بعد حتمی منظوری وزیر اعظم دیتے ہیں۔ (ڈان، 6 اکتوبر، صفحہ 4)

سی ڈی اے نے جنرل ہیڈ کوارٹر (GHQ) اور دیگر فوجی دفاتر کی تعمیر کے لیے 1,000 ایکڑ زمین فوج کے حوالے کرنے کی تمام تیاریاں مکمل کرلی ہیں۔ 09-2008 میں فوج کے سربراہ جنرل اشفاق پرویز کیانی کی ہدایت پر مالی مشکلات کی وجہ سے GHQ (جی ایچ کیو)، روالپنڈی سے اسلام آباد منتقل کرنیکا منصوبہ ملتوی کردیا گیا تھا۔ تاہم اب فوج تعمیراتی کام شروع کرنے اور جی ایچ کیو اسلام آباد منتقل کرنے کے لیے جلد از جلد زمین کا قبضہ حاصل کرنا چاہتی ہے۔ فوج کو زمین سپرد کرنے سے متعلق سی ڈی اے کے مرکزی دفتر میں اعلی سطح اجلاس میں اہم فیصلے کیے گئے۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ زمین کے سالانہ کرائے کی مد میں 84 ملین روپے واجبات ہونے کی وجہ سے زمین کی منتقلی کے باقاعدہ دستاویز جاری نہیں کیے گئے۔ تاہم یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ فوج کو دفاتر کی تعمیر کے لیے زمین کا قبضہ نہ دیے جانے میں سی ڈی اے

قصوروار ہے، کرائے کی رقم معاف کرنیکا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا کہ 694.56 ایکڑ زمین کی منتقلی کے دستاویز واجب الادا 225 ملین روپے کی ادائیگی کے بعد جاری کیے جائیں گے۔ (ڈان، 27 دسمبر، صفحہ 4)

- زمینی اصلاحات

متحدہ قومی موومنٹ کی طرف سے پیش کیا گیا زمینی اصلاحات کا بل پارلیمانی کمیٹی نے مسترد کردیا ہے۔ پارلیمانی قائمہ کمیٹی برائے اطلاعات کے اجلاس میں بل پیش کرنے والے ایس. اے. اقبال قادری کے علاوہ صرف حکمراں جماعت مسلم لیگ (ن) کے ارکان موجود تھے۔ اجلاس میں زمینی اصلاحات کے لیے پیش کیا گیا بل (The Redistributive Land Refom Bill, 2017) قومی اسمبلی سے منظور نہ ہونے کے امکان پر مسترد کردیا گیا۔ 2017 میں ملک میں زمینی اصلاحات کے لیے پیش کیے جانے والے بل میں خاندانی زرعی زمین کے مالکانہ حقوق کو 36 ایکڑ نہری زمین یا 54 ایکڑ بارانی زمین تک محدود کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ بل پیش کرنیوالے رکن اسمبلی کا کہنا تھا کہ ہزاروں ایکڑ زمین ایک فیصد آبادی کی ملکیت ہونے سے معاشرے میں تفریق بڑھ رہی ہے جبکہ بل کو مسترد کرنے والے ارکان کا کہنا ہے کہ زمین کی ملکیت کو محدود کرنا آئین و نظام کی خلاف ورزی ہے۔ (ڈان، 29 دسمبر، صفحہ 3)

- جنگلات

اقوام متحدہ کا عالمی ادارہ ایف اے او نے چلغوزے کے درختوں کے زریعے جنگلات کا تحفظ اور اس کی کٹائی پر قابو پانے کے منصوبے کا آغاز کیا ہے۔ پانچ سالہ اس منصوبے پر وزارت موسمی تبدیلی اور صوبائی محکمہ جنگلات کے اشتراک سے عملدرآمد کیا جائے گا۔ منصوبے کے لیے عالمی ماحول کے تحفظ کے لیے سرمایہ فراہم کرنے والا ادارہ گلوبل انوائرنمنٹ فیسلٹی (GEF) مالی مدد فراہم کرے گا جس کا دائر کار قبائلی علاقوں (فاٹا)، بلوچستان، خیبر پختونخوا اور گلگت بلتستان پر مشتمل ہوگا۔ ایف اے او کے مطابق چلغوزہ

پاکستان کے منفرد ماحولیاتی نظام میں مخصوص اہمیت کا حامل ہے۔ چلغوزے کے جنگلات سے جلانے کی لکڑی اور دیگر اشیاء کی پیداوار کے ذریعے معیشت میں اربوں روپے کے اضافے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ منصوبے کا مقصد چلغوزے کے جنگلات کے موثر اور پائیدار انتظام کے لیے اس کی نگرانی اور پالیسی سازی کو مستحکم کرنا، چلغوزے کے جنگلات کو محفوظ بنانا اور اس کے لیے مقامی اداروں کی صلاحیت میں اضافہ کرنا ہے۔ (ڈان، 9 ستمبر، صفحہ 11)

حکومت نے سی پیک منصوبے کے تحت پنجاب کی جنگلات کی 2,000 کنال زمین دریائے جہلم پر 720 میگاواٹ کے کاروٹ پن بجلی منصوبہ کی تعمیر کے لیے چینی کمپنی کے حوالے کردی ہے۔ محکمہ جنگلات پنجاب کو اس زمین کے متبادل کے طور پر چکری میں زمین اور کچھ زرتلافی بھی دی گئی ہے۔ حکام کے مطابق محکمہ جنگلات کو پیش کردہ زرتلافی مناسب تھی جس سے مزید زمین خریدی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ انہیں ہزاروں درختوں کی قیمت بھی ادا کی گئی ہے۔ محکمہ جنگلات کے حکام کے مطابق جنگلات کی زمین صرف مفاد عامہ کے منصوبے کے لیے فراہم کی جاسکتی ہے۔ (ڈان، 27 اکتوبر، صفحہ 2)

سندھ اسمبلی میں متحدہ قومی موومنٹ کی رکن اسمبلی ہیرسوہو کے سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر قانون سندھ ضیاء الحسن نے بتایا کہ سابق صدر آصف علی زرداری کے آبائی علاقے شہید بینظیر آباد ڈویژن میں تقریباً 5,632 ایکڑ جنگلات کی زمین پر قبضہ ہوچکا ہے۔ محکمہ جنگلات نے مزید قبضے کو روکنے کے لیے تمام ممکنہ اقدامات کیے ہیں اور 47 قابضین کے خلاف مقدمات درج کیے جاچکے ہیں۔ اس کے علاوہ حال ہی میں شروع کی گئی مہم میں تقریباً 800 ایکڑ زمین واگزار کروالی گئی ہے۔ تاہم وزیر قانون نے یہ نہیں بتایا کہ کتنے ملزمان گرفتار کیے گئے ہیں۔ (ڈان، 2 نومبر، صفحہ 17)

پانی

- آبپاشی

ایک اداریہ کے مطابق کئی سالوں میں پہلی بار بلوچستان میں ایسا قدم اٹھایا گیا ہے جو حقیقتاً بلوچ عوام کو فائدہ پہنچاسکتا ہے۔ وزیر اعظم نے ڈیرہ بگٹی، سوئی میں 363 کلومیٹر طویل کچھی کنال کا افتتاح کردیا ہے۔ 80 بلین روپے لاگت سے کچھی کنال کے پہلے مرحلے کی تکمیل سے تحصیل سوئی میں 72,000 ایکڑ زمین سیراب ہونے کی توقع ہے۔ کچھی کنال کے دوسرے اور تیسرے مرحلہ میں منصوبہ کو جھل مگسی، بولان اور نصیرآباد تک بڑھا دیا جائیگا۔ پنجاب میں تونسہ بیراج سے نمودار ہونے والی 363 کلومیٹر طویل کچھی کنال کا زیادہ تر حصہ پنجاب میں واقع ہے جبکہ نہر کا صرف 81 کلومیٹر حصہ بلوچستان میں شامل ہے۔ منصوبے کے دوسرے اور تیسرے مرحلہ پر کام کے آغاز کے حوالے سے بھی کوئی تاریخ مقرر نہیں کی گئی ہے۔ اس منصوبے سے 713,000 ایکڑ زمین کو آبپاشی کے لیے پانی فراہم کیا جانا مقصود تھا یعنی ابھی صرف دس فیصد ہدف ہی حاصل کیا گیا ہے۔ (ڈان، 16 ستمبر، صفحہ 8)

مہران یونیورسٹی آف انجینیرنگ اینڈ ٹیکنالوجی (MUET) میں یو ایس۔ پاکستان سینٹر فار ایڈوانس اسٹڈیز ان واٹر (USPCAS-W) میں ہونے والے ایک سیمینار میں جنرل مینجر محکمہ آبپاشی و نکاسی سندھ (SIDA) نذیر اے عیسانی میمن نے کہا ہے کہ ملک میں پانی کے موثر استعمال، زرعی پیداوار میں اضافے، آبپاشی نظام کی پائیداری اور حکومت کے مالی بوجھ کو کم کرنے کے لیے آبپاشی نظام کا انتظام نچلی سطح پر کسان تنظیموں یعنی (FOs) کو منتقل کرنے کے لیے اصلاحات کا عمل جاری ہے۔ تمام شراکتداروں کے درمیان خصوصاً نہر کے آخری سرے کے چھوٹے کسانوں میں پانی کی منصفانہ تقسیم یقینی بنانے کے لیے SIDA (سیڈا)، ایریا واٹر بورڈز (AWBs) اور FOs (ایف اوز) جیسی تنظیمیں اور ادارے بنائے گئے ہیں۔ محکمانہ اصلاحات کے ذریعے ہی پانی کی منصفانہ تقسیم کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ برطانوی راج کا اعلی نہری نظام ہمارے موجودہ انتظامی ڈھانچے میں ناقص دیکھ بھال کا شکار ہے۔ بیراجوں کے موجودہ ڈھانچوں میں

تبدیلی کرنے اور انہیں جدید بنانے کی ضرورت ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 7 اکتوبر، صفحہ 8)

نیسلے پاکستان اور لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسس (LUMS) نے ایک آبی منصوبے کا اعلان کیا ہے۔ اس منصوبے کا مقصد آبی وسائل کے تحفظ، موثر تحقیق اور پانی کو دوبارہ قابل استعمال بنانے، پانی کے کم استعمال پر مبنی پائیدار زرعی تکنیک متعارف کروانے اور صاف پانی تک عوام کی رسائی کے لیے تمام شراکت داروں کو متحد کرنا ہے۔ یہ منصوبہ نیسلے نے سسٹین ایبل ڈیویلپمنٹ پالیسی انسٹی ٹیوٹ (SDPI)، ورلڈ وائلڈ لائف فنڈ فار نیچر۔ پاکستان (WWF-P)، پاکستان ایگری کلچرل ریسرچ سینٹر (PARC) اور حکومت پنجاب کے اشتراک سے جاری کیا ہے۔ پانی کی کمی اس وقت پاکستان کو درپیش بڑے خطرات میں سے ایک ہے۔ پاکستان دنیا میں پانی کی شدید کمی کے شکار تین ممالک میں سے ایک ہے جہاں فی کس سالانہ پانی کی دستیابی اس وقت 1,017 مربع میٹر ہے جو 2009 میں 1,500 مربع میٹر فی کس تھی۔ سائنسی طور پر لگائے گئے اندازوں کے مطابق اگر مشترکہ طور پر فوری اقدامات نہ کیے گئے تو پاکستان 2025 تک خشک ہوسکتا ہے۔ نیسلے پاکستان کے انتظامی سربراہ برونو اولیرہوئک (Bruno Olierhoek) کا کہنا تھا کہ نیسلے پانی کے تحفظ کے دیگر اقدامات کے علاوہ قطرہ قطرہ آبپاشی نظام کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ 68 ایکڑ اراضی پر قطرہ قطرہ آبپاشی نظام نصب کیا جائے گا جسے 185 ایکڑ تک بڑھایا جائے گا۔ اس نظام سے 2019 تک 400 ملین لیٹر پانی کی بچت ہوگی۔ (بزنس ریکارڈر، 7 اکتوبر، صفحہ 12)

چیئرمین انڈس ریور سسٹم اتھارٹی (IRSA) شیر زمان خان نے ایک اجلاس کے دوران سینٹروں کو آگاہ کیا ہے کہ ملک میں پانی ذخیرہ کرنے کی مزید گنجائش نہ ہونے اور پانی کے تحفظ کے ناقص طریقوں کی وجہ سے ہر سال 22 بلین ڈالر مالیت کا پانی سمندر میں گرجاتا ہے۔ چیئرمین IRSA (ارسا) نے خبردار کیا ہے کہ اگر جنگی بنیادوں پر ڈیم تعمیر نہ کیے گئے تو مستقبل قریب میں پاکستان پانی کی شدید کمی کی وجہ سے گندم، چاول، گنا، کپاس اور مکئی جیسی اہم فصلیں کاشت نہیں کرسکے گا۔ یومیہ تقریباً 500,000 ٹن ریت

تربیلا اور منگلا ڈیم میں جمع ہوتی ہے جس کی وجہ سے دونوں ڈیموں میں پانی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت 12 فیصد کم ہوگئی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 3 نومبر، صفحہ 1)

- پن بجلی ڈیم

دیامر بھاشا ڈیم:

چیئرمین واپڈا مزمل حسین کے مطابق وزیراعظم شاہد خاقان عباسی نے دیامر بھاشا ڈیم کی ابتدائی تخمینے کی رپورٹ (پی سی ون) کی منظوری دے دی ہے۔ منظوری کے بعد واپڈا نے نیلامی سے پہلے تعمیری کام کے آغاز کے لیے ضروری دستاویزی کام شروع کردیا ہے۔ منصوبہ گزشتہ کئی سالوں سے زمین اور سرمائے سے متعلق مسائل کی وجہ سے تاخیر کا شکار ہے۔ چیئرمین کا کہنا تھا کہ ایشیائی ترقیاتی بینک (ADB) کی وجہ سے منصوبہ 11 سال سے تاخیر کا شکار ہے اور آخر کار بینک نے پچھلے سال منصوبہ متنازع علاقے میں ہونے کی وجہ سے رقم دینے سے انکار کردیا۔ ADB (اے ڈی بی) کے بعد چین نے سی پیک کے تحت دیامر بھاشا ڈیم کے لیے رقم فراہم کرنیکی یقین دہانی کروائی لیکن چین نے منصوبے کی ملکیت اور اس کی مرمت و انتظام کے حوالے سے شرائط لاگو کیں جسے واپڈا نے تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ واپڈا نے اب منصوبے کے بڑے حصہ کی تعمیر خود شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ دیامر بھاشا ڈیم کی تعمیر کے لیے 85 فیصد زمین کا حصول مکمل کرلیا گیا ہے۔ (ڈان، 22 دسمبر، صفحہ 2)

کالاباغ ڈیم:

ایوان صنعت وتجارت لاہور (LCCI) میں پانی و توانائی کا بحران اور اس کے حل کے موضوع پر ہونے والے ایک سیمینار میں مقررین نے کہا ہے کہ ملکی معیشت میں ہر ایک ملین ایکڑ فٹ پانی سالانہ دو بلین ڈالر کا فائدہ دیتا ہے لیکن پاکستان کالاباغ ڈیم کی تعمیر میں تاخیر کے ذریعے 35 ملین ایکڑ فٹ پانی ضائع کررہا ہے۔ اس کے مطلب یہ ہے کہ پاکستان ہر سال اندازاً 70 بلین ڈالر کا نقصان کررہا ہے جو پاکستان

پر واجب الادا مجموعی غیر ملکی قرضے کے برابر ہے۔ ماہرین کا کہنا تھا کہ حکومت منصوبے پر اتفاق رائے کو مسئلہ بنانا چھوڑے اور کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا اعلان کرے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 21 ستمبر، صفحہ 11)

وفاقی وزیر برائے آبی وسائل جاوید شاہ کے سینیٹ میں کالاباغ ڈیم کی تعمیر کے حق میں بیان پر سندھ اسمبلی نے ایک بار پھر متنازع کالاباغ ڈیم کے خلاف قرارداد منظور کرلی ہے۔ سندھ کے پارلیمانی وزیر نثار احمد کھوڑو کا کہنا تھا کہ تین صوبائی اسمبلیاں کالاباغ ڈیم کو پہلے ہی مسترد کرچکی ہیں۔ اسمبلی نے متفقہ طور پر کالا باغ ڈیم کے خلاف قرارداد منظور کی جس میں مسلم لیگ ن اور تحریک انصاف دونوں جماعتوں کے ارکان نے قرارداد کے خلاف ووٹ نہیں دیا حالانکہ یہ دونوں جماعتیں کالاباغ ڈیم کی تعمیر کی حمایت کرتی رہی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 10 نومبر، صفحہ 15)

کسان / مزدور

سندھ کمیونٹی فاؤنڈیشن (SCF) کی جانب سے منعقد کیے گئے ایک مزاکرے میں شرکاء نے کسانوں خصوصاً کپاس چننے والی عورتوں کی فلاح و بہبود کے لیے جامع پالیسی مرتب کرنے اور کسانوں کو طبی سہولیات اور دیگر بنیادی حقوق فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ SCF کے سربراہ جاوید حسین کا کہنا تھا کہ تقریباً 500,000 عورتیں کپاس کی چنائی سے منسلک ہیں جو ملکی معیشت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں لیکن بنیادی سہولیات یہاں تک کہ معقول اجرت سے بھی محروم ہیں۔ زرعی یونیورسٹی ٹنڈو جام کے پروفیسر ڈاکٹر محمد اسماعیل قمبر کا اس موقع پر کہنا تھا کہ کسان مزدوروں کے اعداد و شمار اور اس حوالے سے تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے ان کے روزگار اور سماجی و معاشی حالات کو جانچا نہیں جاسکتا۔ ان کا کہنا تھا کہ ماحولیاتی تحفظ، کسان عورتوں کے لیے صحت اور اجرت سے متعلق پالیسی سازی اور ساتھ ساتھ زمینی اصلاحات کو پالیسی کا حصہ بنایا جائے۔ (ڈان، 25 اکتوبر، صفحہ 19)

II۔ زرعی مداخل

صنعتی طریقہ زراعت

ایک مضمون کے مطابق مختلف وجوہات کی بناء پر ملکی زرعی معیشت ہر گزرتے دن کے ساتھ سکڑتی جارہی ہے۔ کچھ ماہرین کا کہنا ہے کہ حکومت اس حوالے سے فعال نہیں ہے اور اس کی پالیسیوں اور زمینی حقائق میں مطابقت نہیں ہے۔ کچھ ماہرین سمجھتے ہیں کہ سست رفتار زرعی بڑھوتری کی وجہ کسانوں کی ناخواندگی ہے جن میں عالمی رجحانات کے مطابق خود کو ڈھالنے کی صلاحیت کا فقدان ہے۔ جینیاتی بیج جیسی جدید ٹیکنالوجی اپنا کر چین، بھارت اور بنگلہ دیش جیسے ممالک اپنی فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کے ساتھ ساتھ یہ ممالک کسانوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے زرعی مداخل اور اس سے جڑی صنعت کو بھاری زرتلافی ادا کررہے ہیں جو انہیں عالمی منڈی میں مسابقت کے قابل بناتی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان میں صورتحال حوصلہ افزاء نہیں ہے اور کسانوں کی اکثریت کئی دہائیوں پرانے طریقہ کاشت پر عمل پیرا ہے۔ جینیاتی بیج کا استعمال صرف کپاس تک محدود ہے اور وہ بھی محدود پیمانے پر۔ اب ماہرین نے حکومت کو خبردار کرنا شروع کردیا ہے کہ اگر ضروری اقدامات نہ کیے گئے تو آئندہ کچھ سالوں میں خوراک کا بحران پیدا ہوسکتا ہے۔ (شاہرام حق، دی ایکسپریس ٹریبیون، 2 ستمبر، صفحہ 11)

ایک خبر کے مطابق پنجاب حکومت 1.8 بلین روپے کی لاگت سے کسانوں کی زرعی پیداوار میں اضافے میں معاونت اور مشینی زراعت کے فروغ کے لیے جدید ٹیکنالوجی پر مبنی (ہائی ٹیک) زرعی مشینری مراکز قائم کررہی ہے۔ یہ مراکز نجی سرکاری شراکت داری (پبلک پرائیوٹ پارٹنر شپ) کے تحت قائم کیے جائیں گے تاکہ کسانوں کی جدید مشینی ٹیکنالوجی تک رسائی حاصل ہو۔ اس کے علاوہ بڑے پیمانے پر زرعی مشینری کا تجرباتی مشاہدہ بھی کسانوں کے لیے پیش کیا جائے گا۔ گو کہ یہ منصوبہ پورے صوبے پر محیط ہوگا تاہم ابتدائی مرحلے میں 18 اضلاع میں اس کا آغاز کیا جائیگا۔ (بزنس ریکارڈر، 1 اکتوبر، صفحہ 5)

بیج

گندم و مکئی کی بہتری کے عالمی ادارے انٹرنیشنل میز اینڈ ویٹ امپرومنٹ سینٹر (IMWIC) نے صوبہ سندھ کے زرعی سائنسدانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ گندم میں ہونے والی بیماری ''رتی'' (ییلو رسٹ Yellow Rust/) کے خلاف مدافعت رکھنے والے بیج تیار کریں۔ رتی صوبہ سندھ میں گندم کی تمام اقسام میں پائے جانے والی ایک بیماری ہے۔ پہلے یہ عام طور پر ٹھنڈے علاقوں میں پائی جاتی تھی لیکن موسمی تبدیلی کی وجہ سے یہ بیماری اب دیگر علاقوں میں بھی پھیل رہی ہے۔ سندھ کی آب ہوا اس طرح کی بیماری کے لیے موزوں ہے جہاں یہ منتقل ہورہی ہے۔ دو سے تین سال پہلے سندھ میں گندم کی فصل رتی سے متاثر ہوئی تھی جب گندم کے بیج میں اس بیماری کے خلاف مزاحمت کی خصوصیات نہیں تھیں۔ (ڈان، 7 ستمبر، صفحہ 19)

محکمہ زراعت پنجاب کے ذرائع کے مطابق حکومت نے صوبے میں گاؤں کی سطح پر گندم کی فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کے لیے ایک جامع منصوبہ بندی کی ہے۔ منصوبے کے تحت حکومت نہری اور بارانی علاقوں میں کسانوں کو فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کے لیے معیاری بیج مفت فراہم کرے گی۔ محکمہ زراعت پنجاب تحصیل، دیہی اور ضلعی سطح پر اس حوالے سے ضروری اقدامات پہلے کرچکی ہے۔ منصوبے کے تحت سال 2017-18 کے دوران دو ایکڑ زمین کے لیے 100 کلو گرام اور ایک ایکڑ زمین کے لیے 50 کلو گرام گندم کا بیج فراہم کیا جائے گا۔ محکمہ زراعت پنجاب کی جانب سے دلچسپی رکھنے والے کسانوں کو 10 اکتوبر تک درخواستیں جمع کرانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 اکتوبر، صفحہ 3)

وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کی جانب سے نیشنل ایگری کلچرل ریسرچ سینٹر (NARC) میں پلانٹ بریڈرز رائٹس رجسٹری کے قیام پر کام جاری ہے۔ اس رجسٹری کے قیام کا مقصد پودوں (بیجوں) کی نئی اقسام کی تیاری کو فروغ دینا اور نئی اقسام تیار کرنیوالوں (اداروں یا کمپنیوں) کے حقوق کا تحفظ یقینی بنانا ہے۔ رجسٹری کے دائرہ اختیار میں نئی اقسام کا تحفظ، تصدیقی سند (سرٹیفکیٹ) کا اجراء، تصدیق شدہ تمام

اقسام کا رکارڈ مرتب کرنا بھی شامل ہے۔ (ڈان، 21 ستمبر، صفحہ 10)

پاکستان بزنس مین اینڈ انٹیلکچول فورم (PBIF) کے صدر میاں زاہد حسین نے کہا ہے کہ تقریباً 760 ملکی و غیر ملکی کمپنیوں کو بیج تیار کرنے اور اسے فروخت کرنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن اب بھی بیج کا غیر رسمی شعبہ ہی سب سے زیادہ بیج فراہم کررہا ہے جو سبز انقلاب کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور دیہی آبادیوں میں جاری غربت کی وجہ ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ معیاری بیج متعارف کرواکے اور بیج کی صنعت میں اصلاحات کے ذریعے پیداوار میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ ان اقدامات سے نا صرف غذائی تحفظ کو یقینی بنائیں گے بلکہ کسانوں کا معیار زندگی بھی بڑھے گا اور خوراک بھی سستی ہوگی۔ (بزنس ریکارڈر، 21 ستمبر، صفحہ 3)

ایک مضمون کے مطابق ایشیاء اینڈ پیسفک سیڈ ایسوسی ایشن (APSA) کو توقع ہے کہ اگلی دہائیوں میں پاکستان کے زرعی شعبہ کے لیے سی پیک اہم کردار ادا کرے گا۔ کئی بلین ڈالر کے اس منصوبے میں 6,500 ایکڑ زرعی زمین پر زیادہ پیداوارا دینے والے بیجوں کی تیاری کا منصوبہ بھی شامل ہے۔ ایسوسی ایشن کا کہنا ہے کہ یہ زمین حکومت پاکستان کی جانب سے حاصل کرکے بیج پیدا کرنے والی چینی کمپنیوں کو پٹے پر دی گئی ہے۔کئی اشارے پاکستان میں بیج کی صنعت کے روشن مستقبل کی نشاندہی کررہے ہیں۔ مقامی سطح پر تیار کردہ اعلی معیاری بیج کے استعمال کا رجحان نظر آرہا ہے جن کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ بیج نسبتاً سستا ہے۔ تاہم پاکستان اب تک بیج کا مستقل درآمد کنندہ ملک ہے جو غیر ملکی بیج پر انحصار کرتا ہے۔ APSA (اے پی ایس اے) کے مطابق گزشتہ سال پاکستان نے 560 ملین ڈالر مالیت کے 422,203 ٹن بیج برآمد کیے تھے۔ اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ سال درآمد کیے جانے والے کل بیج میں78 فیصد سویابین، چار فیصد دھنیا، چار فیصد مکئی اور تین فیصد دھان کے بیج شامل ہیں۔ (امین احمد، ڈان، 25 دسمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- ہائبرڈ بیج

چاول:

پاکستان اور چین چاول کی پیداوار اور اس کی برآمد میں اضافے کے لیے ہائبرڈ چاول کی پیداوار کے مشترکہ آگاہی منصوبے پر کام کرینگے۔ PARC (پارک) اور چینی کمپنی (China Yuan Longping High-tech Agriculture Co. Ltd) کی جانب سے ایک گشتی سیمینار (ٹریولنگ سیمینار) کا انتظام کیا گیا ہے جو چاروں صوبوں میں مناسب ہائبرڈ بیج کی ضروریات سمجھنے کے لیے مددگار ہوگا اور ساتھ ساتھ ملک بھر میں پاکستانی زرعی ماہرین کی صلاحیت میں اضافے بھی کریگا۔ اعلی سطح کے چینی ماہرین اس گشتی سیمینار کا حصہ ہونگے۔ (بزنس ریکارڈر، 15 ستمبر،صفحہ 5)

ہائبرڈ چاول پر تحقیق کرنیوالے چینی ماہرین اور مقامی سائنسدانوں نے ہائبرڈ چاول کی کاشت میں اضافے کے لیے گشتی سیمینار منصوبے کے تحت ملک بھر میں 100 سے زائد کھیتوں کا دورہ کیا ہے۔ ماہرین نے تحقیقی مراکز، زرعی یونیورسٹیوں اور بیج کے فروخت کے مراکز کا بھی دورہ کیا۔ یہ گشتی سیمینار ایک ماہ پر محیط ہے جس میں 12 چینی سائنسدانوں کی ٹیم مقامی سائنسدانوں، بیج تیار کرنیوالوں اور متعلقہ صوبائی محکموں کو تربیت فراہم کرے گا۔ اس مشترکہ پروگرام کا بنیادی مقصد چاول کی فی ایکڑ پیداوار و آمدنی میں اضافہ اور برآمد میں اضافے کے لیے چاول کی پیداوار کو مزید بڑھانا ہے۔ (ڈان، 3 اکتوبر،صفحہ 11)

کھاد

سیکریٹری وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق فضل عباس مکین نے فرٹیلائزر مینوفیکچررز آف پاکستان ایڈوائزری کونسل (FMPAC) کے ڈائریکٹر شیر شاہ سے ملاقات میں یقین دہانی کروائی ہے کہ کھاد کی صنعت کو زرتلافی کی مد میں ایک ہفتے میں نو بلین روپے جاری کردیے جائیں گے۔ گزشتہ دو سالوں سے حکومت کھاد پر زرتلافی ادا کررہی ہے جس میں یوریا بنانے والی صنعت زرتلافی عام کسان تک پہنچانے کے لیے سہولت کار

کا کردار ادا کررہی ہے۔ اس صنعت کا اب کہنا ہے کہ کمپنیوں نے بڑے پیمانے پر کھاد رعایتی قیمت پر فروخت کردی ہے۔ حکومت پر لازم ہے کہ وہ اب جلد از جلد کھاد کمپنیوں کے زرتلافی کے دعوں کی تصدیق کرکے انہیں ادائیگی کرے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 5 اکتوبر، صفحہ 10)

محکمہ زراعت پنجاب کے ترجمان کے مطابق حکومت نے زرعی شعبے میں فصلوں پر جراثیم کش ادویات کے چھڑکاؤ اور فصل پر کیڑوں کے حملے، زمین کی جانچ وتحقیق کے لیے ڈرون استعمال کرنیکی اجازت دیدی ہے۔ ڈرون کے استعمال میں دلچسپی رکھنے والے کسان ڈپٹی ڈائریکٹر ایگری کلچر کے دفتر سے ضروری کارروائی کے بعد غیر اعتراضی سند (این او سی) حاصل کرسکتے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 17 دسمبر، صفحہ 5)

زرتلافی

حکومت پنجاب صوبے کے 5.2 ملین کسانوں کو ڈائیامونیم فاسفیٹ (DAP) کھاد پر اربوں روپے کی زرتلافی کی پیشکش کررہی ہے۔ سرکاری حکام کے مطابق حکومت نے DAP (ڈی اے پی) پر 150 روپے فی بوری زرتلافی دینے کا آغاز کردیا ہے۔ کسانوں کو دی جانے والی اس زرتلافی کا بنیادی مقصد فصلوں کی پیداواری لاگت میں کمی کرنا ہے۔ اسسٹنٹ ڈائریکٹر محکمہ زراعت نے غیر اندارج شدہ کسانوں کو فوری طور پر اپنا اندراج کروانے کی تاکید کی ہے۔ کسان زرتلافی کے حصول کے لیے محکمہ کے ٹیلی فون نمبر پر بات کرکے اپنا اندارج کرواسکتے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 22 اکتوبر، صفحہ 5)

پنجاب حکومت صوبے میں خادم اعلی کسان پیکج کے تحت ڈی اے پی کھاد پر زرتلافی دینے کے منصوبے کو بڑھارہی ہے۔ تقریباً 5.2 ملین کسان اس زرتلافی منصوبے سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔ محکمہ زراعت کے ترجمان کا کہنا ہے کہ سو فیصد شفافیت کو یقینی بنانے کے لیے کھاد کی بوری میں ایک پرچی (voucher) ڈالی جائیگی۔ زرتلافی اسکیم سے صرف اندراج شدہ کسان ہی زرتلافی حاصل کرسکتے ہیں۔ کوئی بھی کھاد فروخت

کرنے والا یا کوئی اور فرد زرتلافی کی رقم حاصل نہیں کرسکتا کیونکہ بغیر پرچی، شناختی کارڈ اور موبائل پر تصدیقی پیغام کے زرتلافی کی نقد رقم ادانہیں کی جائے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 21 نومبر، صفحہ 13)

زرعی قرضے

ترجمان محکمہ زراعت پنجاب کے مطابق گزشتہ 10 ماہ کے دوران خادم پنجاب کسان پیکج کے تحت 173,000 چھوٹے کسانوں کو بلا سود قرضے فراہم کیے گئے ہیں۔ محکمہ 12 ایکڑ تک زرعی زمین رکھنے والے کسانوں کو خریف کی فصل کے لیے 40,000 روپے جبکہ ربیع کی فصل کے لیے 25,000 روپے فی ایکڑ قرض فراہم کررہا ہے۔ اس منصوبے کے تحت 600,000 کسانوں کو قرضے فراہم کیے جائیں گے تاہم ایک سے پانچ ایکڑ زمین رکھنے والے کسانوں کو ترجیح دی جائیگی۔ وقت پر قرضہ واپس کرنیوالے کسانوں کو آئندہ فصل کے لیے بھی قرض کی فراہمی میں فوقیت دی جائے گی۔ کسانوں کو قرض حاصل کرنے کے لیے اپنا اندراج تحصیل کے زمینی ریکارڈ سینٹر پر کروانا ہوتا ہے۔ اس منصوبے سے پٹے پر اور ٹھیکہ پر زمین حاصل کرنے والے کسان بھی قرض حاصل کرسکتے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 8 اکتوبر، صفحہ 5)

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء

غذائی فصلیں

- گندم

ایک خبر کے مطابق ملک میں گندم کا موجودہ ذخیرہ نو ملین ٹن سے زیادہ ہوگیاہے۔ پاکستان میں گندم کی کھپت سالانہ 23 ملین ٹن ہے جبکہ پچھلے دو سالوں سے ملک میں 25-26 ملین ٹن گندم کی پیداوار ہورہی ہے۔ اس وقت صوبہ پنجاب کے پاس چھ ملین ٹن، سندھ کے پاس 1.7 ملین ٹن، خیبر پختونخوا کے پاس 0.2 ملین ٹن، بلوچستان کے پاس 0.3 ملین ٹن اور پاکستان ایگریکلچرل اسٹوریج اینڈ سروس کارپوریشن (PASSCO) کے پاس 1.4 ملین ٹن گندم کا ذخیرہ موجود ہے۔ پاکستان فلور ملز ایسوسی ایشن (PFMA) کے

مرکزی چیئرمین چودھری انصر جاوید کا کہنا ہے کہ گندم کے وسیع ذخیرے کے باجود اس کا فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا کیونکہ ملک میں گندم کی امدادی قیمت 1,300 روپے فی من یعنی 300 ڈالر فی ٹن ہے جبکہ عالمی منڈی میں گندم کی قیمت 150 سے 170 ڈالر فی ٹن ہے۔ اس وقت تقریباً 50 فیصد گندم کھلے آسمان تلے پڑا ہے جبکہ بقیہ گندم سرکاری گوداموں میں ذخیرہ کیا گی ہے۔ (ڈان، 8 اکتوبر، صفحہ 10)

وفاقی زرعی کمیٹی (FCA) نے ربیع کے موسم میں 22.2 ملین ایکڑ رقبے پر 26.46 ملین ٹن گندم کی پیداوار کا ہدف مقرر کیا ہے۔ گزشتہ سال 17-2016 میں گندم کی پیداوار کا ہدف 26 ملین ٹن مقرر کیا گیا تھا جبکہ پیداوار 26.38 ملین ٹن ہوئی تھی۔ کمیٹی نے گندم کا پیداواری ہدف حاصل کرنے کے لیے چھ نکات پر مشتمل ایک لائحہ عمل منظور کیا ہے جس میں زرعی قرضوں تک رسائی، معیاری بیج کی دستیابی، کھاد کی بروقت دستیابی، کھاد کے مناسب استعمال کا فروغ، نباتات کش ادویات کی ترسیل میں اضافہ اور پیداواری ٹیکنالوجی کا فروغ شامل ہے۔ کمیٹی میں گندم کی امدادی قیمت 1,300 روپے فی من برقرار رکھنے کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے۔ (ڈان، 12 اکتوبر، صفحہ 11)

وفاقی حکومت نے پاسکو (PASSCO) کے پاس موجود ضرورت سے زائد 0.5 ملین ٹن گندم کو رعایتی قیمت پر فروخت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی کی زیرصدارت ہونے والے وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق کے اجلاس میں بتایا گیا کہ ضروری ہے کہ پاسکو کے پاس موجود ضرورت سے زیادہ گندم فروخت کی جائے تاکہ اپریل تا مئی 2018 میں آنے والی نئی فصل ذخیرہ کرنے کی گنجائش پیدا ہوسکے۔ پاسکو نے اس حوالے سے تجویز دی تھی کہ اگر 0.5 ملین ٹن گندم برآمد کیا جائے تو زرتلافی کی مد میں 11.64 بلین روپے خرچ ہونگے جو بہت بڑی رقم ہے لیکن اگر مقامی منڈی میں اس گندم کو فروخت کیا جائے تو 3.624 بلین روپے زرتلافی ادا کرنی ہوگی۔ پاسکو نے مقامی طور پر ہی اس گندم کو فروخت کرنے کی سفارش کی ہے۔ وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق نے بھی پاسکو کی اس تجویز سے اتفاق کیا ہے کیونکہ

اس سے ایک طرف تو سرمائے کی بچت ہوگی اور دوسری طرف زرتلافی کا براہراست فائدہ مقامی صارفین کو ہوگا۔ وزارت نے اقتصادی رابطہ کمیٹی (ECC) سے درخواست کی ہے کہ وہ 0.5 ملین ٹن گندم مقامی سطح پر فی من 1,280 روپے کی رعایتی قیمت میں فروخت کرنے کی اجازت دے۔ (بزنس ریکارڈر، 11 دسمبر، صفحہ 1)

پھل سبزی

- پیاز

لاہور کے متعدد علاقوں میں ٹماٹر کی قیمتوں میں بے تحاشا اضافے کے بعد اب پیاز کی قیمت بھی 100 روپے فی کلو تک پہنچ گئی ہے۔ محکمہ زراعت پنجاب کے ایک اعلی عہدیدار نے انکشاف کیا ہے کہ ضروری غذائی اشیاء کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کی وجہ حکومتی اداروں کے درمیان روابط کا نہ ہونا ہے۔ حالانکہ اٹھارویں آئینی ترمیم کے بعد صوبوں کو خودمختاری مل گئی لیکن اس سے ایک بڑا انتظامی خلا پیدا ہوگیا ہے۔ ملکی سطح پر کوئی بھی سرکاری ادارہ لازمی غذائی اشیاء کی پیداوار، کھپت اور ترسیل کی نگرانی نہیں کررہا ہے جبکہ تمام صوبوں کے اداروں کے درمیان روابط کا کوئی طریقہ کار موجود نہیں ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 اکتوبر، صفحہ 5)

- ٹماٹر

محکمہ زراعت پنجاب کے ترجمان کے مطابق خیبر پختونخوا اور سندھ میں ٹماٹر کی فصل تیار ہے جو اگلے 15 دنوں میں تھوک منڈی میں آجائے گی۔ ملک میں سال بھر ٹماٹر دیگر صوبوں سے منڈی میں آتا ہے۔ ان دنوں ٹماٹر بلوچستان سے آرہا ہے جہاں غیر موزوں موسمی حالات کی وجہ سے ٹماٹر کی فصل متاثر ہوئی ہے۔ ایسے ہی موسمی حالات کی وجہ سے خیبر پختونخوا سے ٹماٹر کی ترسیل متاثر ہوئی ہے جس کی وجہ سے قیمت میں اضافہ ہوا۔ گزشتہ سال محکمہ زراعت نے فیصلہ کیا تھا کہ پاکستان بھارت سے ٹماٹر درآمد نہیں کرے گا۔ سال 2015-16 میں پاکستان نے 7.916 بلین روپے مالیت کا 233,246 ٹن ٹماٹر درآمد کیا تھا۔ ملک

میں ٹماٹر کی سالانہ پیداوار 543,160 ٹن ہے جس میں سے 35 فیصد سندھ میں، 27 فیصد بلوچستان میں، 19 فیصد پنجاب میں اور 16 فیصد خیبرپختونخوا میں پیدا ہوتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 3 اکتوبر،صفحہ 17)

نقد آور فصلیں

- کپاس

پاکستان کاٹن جنرز ایسوسی ایشن (PCGA) کے مطابق 15 ستمبر تک ملک میں کپاس کی پیداوار 2.36 ملین گانٹھ تک پہنچ چکی ہے۔ اس سال ملک میں 13 ملین گانٹھیں کپاس کی پیداوار متوقع ہے۔ اگر رواں مہینے پنجاب میں کپاس کی فصل پر کیڑوں کا حملہ نہیں ہوا تو کپاس کی پیداوار میں مزید اضافہ ہوسکتا ہے۔ سندھ میں کپاس کی فصل پر گلابی سنڈی کے حملے سے 50 فیصد فصل متاثر ہوئی ہے جس سے حیدرآباد، بدین، میرپورخاص اور سانگھڑ میں کسانوں کو بھاری نقصان ہوا ہے۔ (ڈان، 19 ستمبر،صفحہ 10)

ملک میں اب تک کپاس کی ہونے والی پیداوار میں پچھلے سال کے مقابلے 1.186 ملین گانٹھیں کپاس کا اضافہ ہوا ہے جس سے کپاس کا سال 2017-18 کا 12.6 ملین گانٹھوں کا پیداواری ہدف حاصل ہوجائے گا۔ PCGA (پی سی جی اے) کی اکتوبر 15 تا یکم نومبر پر مشتمل رپورٹ کے مطابق اب تک کپاس کی پیداوار 8.134 ملین گانٹھوں پر ہے جو گزشتہ سال کے مقابلے 17.07 فیصد زیادہ ہے۔ (ڈان، 4 نومبر، صفحہ 10)

سندھ میں کپاس کی پیداوار میں گزشتہ سال کے مقابلے میں 11.8 فیصد اضافہ ہوا ہے جس سے ملک میں کپاس کی مجموعی پیداوار میں 3.62 فیصد اضافہ ہوگا۔ تاہم پنجاب میں کپاس کی پیداوار میں 0.83 فیصد کمی ہوئی ہے۔ پی سی جی اے کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق 30 نومبر تک ملک میں کپاس کی پیداوار 10.132 ملین گانٹھوں تک پہنچ گئی ہے۔ سندھ اور پنجاب میں کپاس کی بہترین فصل ہوئی لیکن 15 سے 30

نومبر کے دوران کپاس کی پیداوار میں کمی ہوئی ہے۔ پنجاب میں دھند اور گرمی کی لہر کے اثرات کی وجہ سے کپاس کی پیداوار میں 51,068 گانٹھ کمی ہوئی ہے۔ (ڈان، 5 دسمبر، صفحہ 10)

پی سی جی اے کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق جنرز نے ملک بھر سے 15 دسمبر تک 10.6 ملین گانٹھیں کپاس خریدی ہے جو گزشتہ سال اسی دورانیے کے مقابلے میں 5.3 فیصد زیادہ ہے۔ کل کپاس میں سے پنجاب میں جنرز نے اب تک 6.55 ملین گانٹھیں خریدیں ہیں جو گزشتہ سال کے مقابلے 1.63 فیصد زیادہ ہے جبکہ سندھ نے اب تک 4.14 ملین گانٹھیں کپاس خریدی ہے جو گزشتہ سال کے مقابلے 11.70 فیصد زیادہ ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 دسمبر، صفحہ 11)

- گنا

ایوان زراعت سندھ (SCA) نے کہا ہے کہ سندھ حکومت نومبر سے گنے کی کرشنگ کا آغاز یقینی بنائے کیونکہ حکومت نے شوگر ملوں کو 500,000 ٹن چینی برآمد کرنے کے لیے 5.35 بلین روپے زرتلافی دینے کی منظوری دے دی ہے۔ ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جنرل سیکریٹری SCA (ایس سی اے) اور دیگر اراکین کا کہنا تھا کہ اب شوگر ملوں کے پاس کرشنگ دیر سے شروع کرنے اور کسانوں کو گنے کی کم قیمت ادا کرنے کا کوئی جواز نہیں ہونا چاہیے۔ ایس سی اے نے سال 2017-18 کے لیے گنے کی قیمت 220 روپے فی من مقرر کرنے کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ (ڈان، 22 ستمبر، صفحہ 11)

ایس سی اے نے سال 2017-18 کے لیے گنے کی قیمت 182 روپے فی من مقرر ہونے کا اعلامیہ جاری کردیا ہے جبکہ ملوں کو یکم دسمبر سے کرشنگ شروع کرنے کے حوالے سے بھی اعلامیہ جاری کردیا گیا ہے۔ سندھ کابینہ کے فیصلے کے مطابق حکومت چینی کی برآمد پر 9.30 روپے فی کلوگرام زرتلافی بھی ادا کرے گی۔ جنرل سیکریٹری ایس سی اے زاہد بھرگڑی نے سندھ حکومت کی جانب سے چینی کی برآمد پر زرتلافی

دینے کے فیصلے کی مزمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ گنے کی کٹائی پہلے ہی غیرضروری تاخیر کا شکار ہے، شوگر ملیں بغیر کسی تاخیر کے کرشنگ کا آغاز کریں۔ سندھ آباد گار بورڈ (SAB) کے نائب صدر محمود نواز شاہ کے مطابق سندھ حکومت کی جانب سے ملوں کو دی جانے والی یہ زرتلافی وفاقی حکومت کی جانب سے دی جانے والی زرتلافی کے علاوہ ہے، اس کے باوجود سندھ حکومت یہ یقینی نہیں بتارہی کہ گنے کی کرشنگ وقت پر شروع ہو۔ذرائع کے مطابق وفاق اور سندھ حکومت سے زرتلافی ملنے کے باوجود ملیں گنے کی قیمت کے اعلامیے سے ناخوش ہیں اور شوگر ملیں گنے کی قیمت کے معاملے کو عدالت میں لے جاسکتی ہیں۔ (ڈان، 6 نومبر، صفحہ 10)

خیبر پختونخوا میں ملوں کی جانب سے گنے کی کرشنگ میں تاخیر نے کاشتکاروں میں بے چینی پیدا کردی ہے جنہیں خدشہ ہے کہ گنے کی کرشنگ میں تاخیر سے گندم کی کاشت میں بھی تاخیر ہوگی۔ کسان بورڈ پاکستان (KBP) کے صوبائی صدر رضوان اللہ خان نے پشاور پریس کلب پر بات کرتے ہوئے کہا کہ گندم کی بوائی میں تاخیر دیگر کئی فصلوں اور سبزیوں کو متاثر کرے گی۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ کسانوں کو دیوالیہ ہونے سے بچانے کے لیے گنے کی امدادی قیمت 210 روپے فی من مقرر کی جائے اور کرشنگ جلد شروع کی جائے۔ گنا خیبر پختونخوا کی اہم نقد آور فصل ہے جو کہ صوبے کے مختلف اضلاع میں تقریباً 293,450 ایکڑ زمین پر کاشت کی جاتی ہے۔ (ڈان، 11 نومبر، صفحہ 7)

پاکستان شوگر ملز ایسوسی ایشن (PSMA) نے 190 بلین روپے لاگت کی تین ملین ٹن اضافی چینی کو کھپانے کے لیے مناسب طریقہ کار طے کیے بغیر گنے کی کرشنگ شروع کرنے سے معذرت کرلی ہے۔ چیئرمین PSMA (پی ایس ایم اے) جاوید کیانی نے ایک پریس کانفرنس کے دوران کہا ہے کہ بین الاقوامی منڈی میں مسابقت کے لیے مستقل طور پر مناسب زرتلافی اور محصولات میں تبدیلی کے ساتھ برآمدی پالیسی کا اعلان کرنا چاہیے تاکہ چینی کا ذخیرہ بروقت برآمد کیا جاسکے اور کسانوں کو وقت پر گنے کی ادائیگی کی

جاسکے۔ انہوں نے مزید کہا کہ 500,000 سے 600,000 ٹن چینی کے موجودہ ذخائر کے ساتھ کرشنگ کا آغاز کیا جائیگا جبکہ 18-2017 کی کرشنگ سے آٹھ ملین ٹن چینی کی پیداوار متوقع ہے۔ چینی کی ملکی کھپت 5.5 ملین ٹن ہے۔ اس صورتحال میں اگر اضافی تین ملین ٹن چینی برآمدات نہیں کی گئی تو مل مالکان کاشتکاروں کے واجبات ادا نہیں کرسکیں گے۔ (بزنس ریکارڈر، 23 نومبر، صفحہ 13)

وزیر اعلیٰ سندھ مراد علی شاہ نے کہا ہے کہ وفاقی حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے گنے کے کاشتکار اور چینی کے مل مالکان کے درمیان تنازع کھڑا ہوا ہے جس کے نتیجے میں ملوں نے کرشنگ سے انکار کردیا ہے اور گنے کی کھڑی فصل خراب ہورہی ہے۔ وفاقی حکومت نے دسمبر 2016 اور جنوری تا اپریل 2017 چینی کی برآمد پر پابندی عائد کررکھی تھی یہی وجہ ہے کہ ذخیرہ شدہ چینی برآمد نہیں ہوسکی۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 26 نومبر، صفحہ 15)

سندھ ایگری کلچر ریسرچ کونسل (SARC) نے دو دسمبر کو کراچی میں بلاول ہاؤس کے سامنے گنے کی سرکاری قیمت مقرر نہ کرنے اور مل مالکان کی جانب سے گنے کی کرشنگ شروع نہ کرنے کے خلاف احتجاج کا اعلان کیا ہے۔ کونسل کے اجلاس میں بتایا گیا کہ یہ صاف ظاہر ہے سندھ میں قائم 34 شوگر ملوں میں سے 19 آصف علی زرداری کی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وزیر زراعت سندھ کرشنگ کا آغاز یقینی بنانے سے قاصر ہیں۔ (ڈان، 28 نومبر، صفحہ 19)

سندھ حکومت نے کسان تنظیموں کے دو بڑے مطالبات منظور کرتے ہوئے گنے کی قیمت 182 روپے فی من مقرر کردی ہے اور شوگر ملوں کو 30 نومبر سے کرشنگ شروع کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اس حکومتی فیصلے کے بعد کاشتکاروں نے چار دسمبر کو نیشنل ہائی وے پر احتجاج اور دھرنا منسوخ کردیا ہے۔ گنا کمشنر سندھ آغا ظہیر کے مطابق یہ فیصلہ سندھ شوگر کنٹرول بورڈ کے اجلاس میں کیا گیا جس میں کاشتکاروں اور شوگر ملوں

کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت وزیر زراعت سندھ سہیل انور سیال نے کی۔ قیمت کے حوالے سے سرکاری اعلامیہ وزیر اعلیٰ کی منظوری کے بعد جاری کردیا جائے گا۔ (ڈان، 30 نومبر، صفحہ 19)

ملوں کی جانب سے سندھ ہائی کورٹ کے 21 دسمبر کے احکامات کے مطابق گنے کی خریداری روک دینے کے بعد سندھ کے کئی علاقوں میں گنے کی کٹائی رک گئی ہے۔ زیریں سندھ کے زیادہ تر علاقوں میں شوگر ملوں کی انتظامیہ کی جانب سے کرشنگ روکنے کی اطلاع کے بعد کٹائی کا عمل معطل ہوگیا۔ ملوں کا کہنا ہے کہ موجودہ صورتحال انہیں مجبور کررہی ہے کہ وہ مل بند کردیں بجائے اس کے کہ وہ 21 دسمبر کے عدالتی فیصلے پر توہین عدالت کے مرتکب ہوں۔ ایک مل مالک نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ عدالت کا تفصیلی فیصلہ آچکا ہے لیکن وہ 172 روپے فی من گنے کی قیمت ادا نہیں کرسکتے کیونکہ گنے کی قیمت اور چینی کی پیداواری لاگت میں بہت زیادہ فرق ہے۔ سندھ ہائی کورٹ نے گنے کی قیمت کے حوالے سے کاشتکاروں کے حق میں عبوری فیصلہ جاری کیا تھا جس میں 172 روپے فی من قیمت کاشتکاروں کو ادا کرنے اور دس روپے فی من بطور حفاظتی ضمانت عدالتی ناظر کے پاس جمع کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ (ڈان، 26 دسمبر، صفحہ 17)

- چاول

سندھ میں وقت پر ہونے والی بارشوں اور دیگر کئی عوامل کی وجہ سے چاول کی شاندار فصل متوقع ہے لیکن کاشتکاروں کو چاول فروخت کرنے کے حوالے سے غیر یقینی صورتحال کا سامنا ہے۔ چاول ملوں کی طرف سے یہ اشارہ دیا جارہا ہے کہ اگلے کچھ ہفتوں میں چاول کی کثرت کی وجہ سے منڈی میں چاول کی قیمت کم ہونے کا امکان ہے۔ چاول کی خریداری کرنے والے آڑھتی جو ہمیشہ ملوں کی طرفداری کرتے ہیں، کسانوں کو چاول کی قیمت ان کی توقع سے کم ملنے کا اشارہ دے رہے ہیں۔ ٹنڈو باگو، ماتلی اور تلہار کے کئی کاشتکاروں نے اخباری نمائندے سے بات کرتے ہوئے شکایت کی ہے کہ ان پر دباؤ ڈالا جارہا ہے

کہ وہ اپنی پیداوار 750 سے 800 روپے فی من قیمت پر ملوں کو فروخت کردیں۔ یہ قیمت چاول کی پیداواری لاگت سے بھی کم ہے۔ ملوں کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ جب تک حکومت کی طرف سے انہیں آگاہ نہیں کیا جاتا کہ وہ برآمد کے لیے کتنا ذخیرے خریدے گی وہ چاول کی قیمت میں مسابقت نہیں کرسکتے۔ اب تک متعلقہ حکومتی اداروں کی جانب سے انہیں اعتماد میں نہیں لیا گیا ہے۔ ملوں کو گزشتہ سال اس ایسی ہی غیریقینی کیفیت کی وجہ سے تلخ تجربہ ہوچکا ہے۔ (ڈان، 1 اکتوبر، صفحہ 19)

SAB (سیب) کے مرکزی نائب صدر گدا حسین مہیسر کی صدارت میں ہونے والے کسان تنظیموں کے اجلاس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ حکومت چاول کی 1,200 روپے فی من قیمت مقرر کرے۔ کسانوں کا کہنا ہے کہ چاول کے خریدار مختلف حربوں سے کسانوں کو پیداوار 600 سے 750 روپے فی من فروخت کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان (TCP) کو کم از کم 700,000 ٹن چاول کی خریداری کا اختیار دینا چاہیے۔ اجلاس میں وزیر اعلیٰ سندھ سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ کسانوں کے تحفظ کے لیے اس معاملے میں مداخلت کریں۔ (ڈان، 10 اکتوبر، صفحہ 19)

- مکئی

حکمراں جماعت سے تعلق رکھنے والے زمیندار ارکان قومی اسمبلی نے مکئی پر درآمدی محصول کے متوقع خاتمہ کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ تاہم پارلیمانی سیکریٹری برائے خزانہ رانا محمد افضل خان نے دعویٰ کیا کہ ایسی کوئی بھی تجویز زیرغور نہیں ہے۔ کسانوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے حکومت نے مکئی کی درآمد پر 11 فیصد کسٹم ڈیوٹی، 30 فیصد ریگولیٹری ڈیوٹی اور 5.5 فیصد ودہولڈنگ ٹیکس عائد کررکھا ہے۔ ملک میں 2015 میں مکئی کی پیداوار 5.27 ملین ٹن، 2016 میں 6.13 ملین ٹن اور 2017 میں 5.28 ملین ٹن تھی۔ (ڈان، 13 دسمبر، صفحہ 4)

- زیتون

بارانی ایگریکلچرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (BARI) کا دائرہ کار ملک میں زیتون کی پیداوار بڑھانے کے لیے پنجاب کے 12,000 کسانوں سے تجاوز کرگیا ہے۔ زیتون کی کاشت کو فروغ دینے کی مہم میں ادارہ اب تک زیتون کی مختلف اقسام کے تقریباً 300,000 پودے کسانوں میں مفت تقسیم کرچکا ہے۔ ادارے کے سربراہ محمد طارق کا کہنا ہے کہ 2,200 ایکڑ رقبہ پر زیتون کی کاشت جاری ہے جبکہ مختلف اضلاع میں مزید 1,500 ایکڑ رقبہ پر زیتون کاشت کیا جائیگا۔ زیتون کے فروغ کے سلسلہ میں پارک نے 600,000 زیتون کے پودے اٹلی اور دیگر یورپی ممالک سے درآمد کیے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 30 اکتوبر، صفحہ 3)

- سورج مکھی

ایک مضمون کے مطابق سورج مکھی کی فصل پر مداخل پر لاگت کم ہوتی ہے جسے اکتوبر سے فروری کے درمیان کاشت کیا جاسکتا ہے۔ یہ فصل کم پانی اور کم زرخیز زمین پر بھی کاشت کی جاسکتی ہے۔ تاہم سندھ میں ربیع کی بہترین متبادل فصل ہونے کے باوجود سورج مکھی کی کاشت معیاری بیج نہ ہونے اور پیداوار کی قیمت منڈی میں کم ہونے کی وجہ سے پائیدار نہیں ہے۔ سات سال پہلے تک سندھ میں 266,964 ہیکٹر زمین پر سورج مکھی کی فصل کاشت ہوتی تھی اور اس وقت ملک بھر میں سورج مکھی کا زیر کاشت رقبہ 300,614 ہیکٹر تھا۔ یہ اعداد و شمار سندھ میں سورج مکھی کی ممکنہ کاشت کے واضح اشارے ہیں لیکن سندھ میں 2015-16 میں یہ رقبہ کم ہوکر 65,883 ہیکٹر جبکہ 2016-17 میں مزید 2,000 ہیکٹر کم ہوگیا۔ زرعی تحقیقی ادارہ اب تک سورج مکھی کی زیادہ پیداوار دینے والے بیج دریافت نہیں کرسکا اور مقامی طور پر دستیاب بیج کی قسم (HO1) 15 سے 16 من فی ایکڑ پیداوار دیتی ہے۔ سجاول میں سورج مکھی کے کاشتکار ندیم شاہ کے مطابق وہ پیداوار میں اضافے کے لیے مقامی بیج کے بجائے ہائبرڈ بیج کے استعمال کو ترجیح دیتے ہیں جس سے انہیں فی ایکڑ 15 سے 20 من پیداوار ہوتی تھی جسے وہ 2,200 سے 2,300 روپے فی من فروخت کرتے تھے لیکن اب پیداوار میں سات سے آٹھ من کی اور قیمت 1,500 سے 1,800 روپے

فی من ہوگئی ہے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 30 اکتوبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

پنجاب حکومت نے صوبے میں سورج مکھی اور دیگر روغنی بیج والی فصلوں کی کاشت کو فروغ دینے کے لیے ایک منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ اس منصوبے کے تحت صوبے کے مختلف علاقوں میں 200,000 ایکڑ رقبے پر سورج مکھی کی فصل کاشت کی جائے گی۔ محکمہ زراعت پنجاب کا کہنا ہے کہ اس منصوبے کا مقصد خوردنی تیل کی پیدوار میں اضافہ کرکے اس کی درآمد میں کمی لانا ہے۔ ضلع سیالکوٹ کی چار تحصیلوں میں 6,000 ایکڑ زمین پر سورج مکھی کی فصل کاشت ہوگی۔ دیگر روغنی بیجوں کے مقابلہ میں سورج مکھی میں 40 فیصد تیل پایا جاتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 13 دسمبر، صفحہ 13)

اشیاء

- چینی

اتفاق شوگر مل نے بھاولپور سے چینی کی مل کو دوبارہ پاکپتن منتقل کرنے کے لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں درخواست دائر کی ہے۔ اتفاق شوگر مل نے 2015 میں اپنی مل پاکپتن سے بھاولپور اس وقت منتقل کی تھی جب پہلے سے موجود شوگر مل کی پیداواری صلاحیت میں اضافے اور نئی شوگر مل قائم کرنے پر پابندی عائد تھی۔ اتفاق شوگر مل کے وکیل سلمان اکرم راجہ کے مطابق 2006 کے اعلامیہ کے مطابق پہلے سے موجود مل منتقل کرنے پر پابندی نہیں ہے۔ اتفاق شوگر مل کے خلاف جے ڈی ڈبلیو شوگر مل، اشرف شوگر مل، انڈس شوگر مل وغیرہ نے لاہور ہائی کورٹ میں دائر کردہ درخواست میں موقف اختیار کیا تھا مل کی منتقلی کسی بھی علاقے میں نئی مل قائم ہونے جیسی ہی ہے۔ (ڈان، 7 دسمبر، صفحہ 16)

- چائے

ایک مضمون کے مطابق مانسہرہ کے ایک تحقیقی ادارہ کی جانب سے کی گئی تحقیق میں یہ بات سامنے آئی ہے

کہ پاکستان میں سبز و سیاہ چائے کی پیداوار کے بہترین مواقع موجود ہیں۔ پاکستان چائے درآمد کرنیوالا دنیا کا تیسرا بڑا ملک ہے۔ چینی ماہرین کی تجویز پر شنکیاری میں پارک کی معاونت سے 50 ایکڑ رقبے پر چائے کا تحقیقی مرکز نیشنل ٹی اینڈ ہائی ویلیو کراپ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (NTHRI) قائم کیا گیا تھا۔ حکام کے مطابق ادارہ میں تیار کی جانے والی چائے کی چین کے چائے کے اداروں میں جانچ و معائنہ کیا جاتا ہے۔ مانسہرہ اور سوات میں جانچ کے بعد 64,000 ہیکٹر زمین کو چائے کی کاشت کے لیے موزوں قرار دیا گیا ہے۔ پاکستان کے ماحولیاتی نظام سے مطابقت رکھنے والی 14 غیر ملکی اقسام کاشت کے لیے موزوں قرار دیے گئے ہیں۔ (امین احمد، ڈان، 11 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- سگریٹ

سال 17-2016 میں پاکستان میں سگریٹ کی پیداوار میں 35 فیصد کمی ہوئی ہے جو 53 بلین سے کم ہوکر 34 بلین سگریٹ تک آ گئی ہے۔ پاکستان سگریٹ بنانے والے اہم ممالک میں شامل ہے کیونکہ ملک میں خصوصاً خیبرپختونخوا میں تمباکو کی وسیع کاشت ہوتی ہے۔ 03-2002 میں سگریٹ کی پیداوار 49.37 بلین سگریٹ، 04-2003 میں 55.40 بلین، 05-2004 میں 60.10 بلین جبکہ 06-2005 میں سگریٹ کی پیداوار 64.14 بلین تک پہنچ گئی تھی۔ (ڈان، 7 ستمبر، صفحہ 10)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

سینیٹر سجاد حسین توری کی صدارت میں ہونے والے سینیٹ کی قائمہ کمیٹی کے اجلاس میں نیشنل ہیلتھ سروس، ریگولیشن اینڈ کوآرڈینیشن (NHSRC) نے انکشاف کیا ہے کہ مرغبانی میں استعمال کی جانے والی خوراک اور گائے وبھینسوں میں دودھ کی پیداوار بڑھانے کے لیے ہارمون کے ٹیکوں کا استعمال صارفین میں مختلف بیماریوں کی وجہ ہے۔ اسلام آباد کے قائم مقام ضلعی افسر صحت نے کمیٹی کو بتایا کہ اسلام آباد لائے جانے والے دودھ کے 50 نمونوں میں مضر صحت کیمیائی اجزا پائے گیے ہیں۔ انتظامیہ نے 208 افراد کو نوٹس

جاری کیے ہیں جبکہ مرغی اور دودھ فروخت کرنے والوں کو 1,317 آگاہی لیکچر دیے گیے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 1 نومبر، صفحہ 12)

مال مویشی

ایک خبر کے مطابق باجوڑ ایجنسی میں ایک پرسرار بیماری جسے محکمہ مال مویشی کے حکام نے اینتھراکس (anthrax) قرار دیا ہے سے گزشتہ کچھ ہی دنوں میں کئی جانور ہلاک ہوگئے ہیں۔ مقامی افراد کے مطابق محکمہ مال مویشی کے عہدیداروں نے متعلقہ علاقوں کا دورہ کیا اور معلومات اکھٹی کی ہیں۔ اس کے علاوہ متاثرہ مویشیوں کو ٹیکے بھی لگائے گئے ہیں۔ حکام نے دعویٰ کیا ہے کہ اس بیماری سے اب تک صرف ایک ہی جانور کی ہلاکت کی اطلاع ہے۔ (ڈان، 11 نومبر، صفحہ 7)

محکمہ مال مویشی پنجاب کے ڈپٹی ڈائریکٹر ڈاکٹر ارشد لطیف کے مطابق حکومت پنجاب 36 اضلاع بشمول راولپنڈی میں مویشی شماری مہم شروع کررہی ہے۔ راولپنڈی میں اس حوالے سے تمام انتظامات مکمل کرلیے گئے ہیں۔ تمام سات تحصیلوں کے ہر گاؤں میں اعداد و شمار جمع کرنے کے لیے ٹیمیں تشکیل دے دی گئی ہیں۔ مویشی شماری کے ذریعے حفاظتی ٹیکوں اور مویشیوں کی افزائش نسل کے لیے منصوبہ بندی میں مدد ملے گی اور محکمہ مختلف نسلوں کی گائے، بھینسوں، بیل، بھیڑ، بکریوں کی معلومات حاصل کرسکے گا جس کی بنیاد پر کسانوں کو دودھ کی پیداوار میں اضافے کے حوالے سے معلومات فراہم کی جائیں گی۔ (ڈان، 18 نومبر، صفحہ 4)

ایک مضمون کے مطابق مال مویشی شعبہ اس وقت مجموعی قومی پیداوار بڑھانے میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ مویشیوں کی 185 ملین آبادی کو خوراک فراہم کرنا پاکستان کے لیے ایک بڑا مسئلہ ہے۔ چارہ اور غذائی فصلیں صرف 55 فیصد مویشیوں کی غذائی ضروریات ہی پوری کرسکتی ہیں جبکہ بقیہ 45 فیصد مویشیوں کو

چارے کے لیے مختلف میدانوں میں چرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے یا ان کی غذائی ضروریات دیگر ذرائع جیسے فصلوں کی باقیات سے پوری کی جاتی ہیں۔ کئی سالوں سے چارے کی فصلوں میں کمی ہو رہی ہے جس کی کئی وجوہات ہیں جیسے کہ کسان زیادہ آمدنی کے لیے دوسری نقد آور اور غذائی فصلوں کی طرف منتقل ہورہے ہیں۔ چارے کی فصلوں کی فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے بجائے اس کے کہ اس کے زیر کاشت رقبے میں اضافہ کیا جائے کیونکہ زیر کاشت رقبہ کم ہے جس پر گندم، چاول، مکئی اور گنے جیسی اہم فصلیں کاشت کی جاتی ہیں جو 208 ملین کی ملکی آبادی کی خوراک اور ساتھ ساتھ برآمدات کے لیے ضروری ہیں۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 20 نومبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

مردم شماری کے نتائج سے مایوس سندھ اسمبلی ارکان نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ صوبے میں مویشی شماری کے لیے قانون نافذ کریں گے۔ اس سلسلے میں منظور کردہ قانون سندھ لائیو اسٹاک رجسٹریشن اینڈ ٹریڈ اتھارٹی بل 2017 کے تحت مال مویشیوں کے اعداد و شمار مرتب کیے جائیں گے جو نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (NADRA) کی طرح جانوروں کی شناخت پر مبنی ہوگا۔ یہ نظام مال مویشی شعبے سے متعلق اشیاء، تجارت اور ان کی برآمد سے متعلق اعداد و شمار جمع کرنے میں بھی معاون ہوگا۔ اس قانون کے ذریعے مویشیوں کی پیدائش اور موت کے اعداد و شمار بھی مرتب ہونگے۔ اس بل کی منظوری کے 60 دنوں میں ایک اتھارٹی قائم کی جائے گی جس کے تحت مال مویشی کے اعداد و شمار کو کمپیوٹرائزڈ کیا جائے گا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 نومبر، صفحہ 13)

فیصل آباد ڈویژن میں مستحق بیوہ عورتوں کو روزگار کی فراہمی کے لیے تقریباً 4,209 مویشی تقسیم کیے گئے ہیں۔ اس حوالے سے ضلع چنیوٹ میں تحصیل بھوانا کے ویٹری ہسپتال میں مویشی تقسیم کرنے کی تقریب منعقد کی گئی۔ اس موقع پر ڈائریکٹر محکمہ مال مویشی عبدالرحمان کا کہنا تھا کہ اس منصوبے کے تحت 471 گائے اور بھینسیں اور 798 بھیڑ اور بکریاں ضلع جھنگ میں بیوہ عورتوں میں تقسیم کی جائینگی۔ عورتیں

مویشیوں کی مناسب دیکھ بھال کریں اور انہیں موسمی اثرات سے بچائیں۔ اس منصوبے کے تحت تقسیم کیے گئے مویشیوں کو تین سال تک فروخت نہیں کیا جاسکتا۔ (بزنس ریکارڈر، 29 نومبر، صفحہ 12)

فیصل آباد ڈویژن کے دیہی علاقوں میں مستحق بیوہ عورتوں کو روزگار کی فراہمی کے لیے قرعہ اندازی کے ذریعے تقریباً 3,280 مویشی تقسیم کیے جارہے ہیں۔ اس سلسلے میں تحصیل ٹھنڈیاں والا میں ایک پروگرام منعقد کیا گیا جس میں مستحق بیوہ عورتوں میں 248 گائے اور بیل تقسیم کیے گئے ہیں۔ تقریب کے مہمان خصوصی ڈپٹی کمشنر سلمان غنی کا اس موقع پر کہنا تھا کہ اس منصوبے سے غربت میں کمی اور مال مویشیوں کی افزائش ہوگی۔ (بزنس ریکارڈر، 31 دسمبر، صفحہ 5)

- ڈیری

اسمال اینڈ میڈیم انٹر پرائزز ڈیولپمنٹ اتھارٹی (SMEDA) کی جانب سے منعقد کیے گئے ایک سیمینار میں ڈیری ماہرین نے کہا ہے کہ اگر گائے کو مصنوعی معتدل ماحول (کنٹرولڈ انوائرنمنٹ شیڈ) میں رکھا جائے تو ڈیری فارم دودھ کی پیداوار 50 فیصد تک بڑھا سکتے ہیں۔ پاکستان میں ڈیری کسانوں کو گھمبیر مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ گرمی کے موسم میں دودھ کی پیداوار میں شدید کمی ہوجاتی ہے۔ پڑوسی ممالک نے ان مسائل پر مصنوعی معتدل ماحول کے ذریعے قابو پایا ہے۔ ماہرین نے مشورہ دیا کہ کسان ایسے فارم بنائیں جن میں سرنگ کے ذریعے ہوا کے گزرنے کا نظام (ٹنل وینٹی لیشن سسٹم)، دیواریں اور چھت غیرموصل ہوں (انسولیٹیڈ) اور تیز پنکھوں کا انتظام ہو۔ ایسے فارم قائم کرنا بہت آسان ہے جن سے دودھ کی پیداوار 50 فیصد تک بڑھ جاتی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 22 ستمبر، صفحہ 13)

ماہی گیری

ایک خبر کے مطابق ضلع سجاول کے ساحلی علاقے جاتی میں ھرامی دھرو کی سمندری حدود میں دو واقعات میں

بھارتی سرحدی محافظوں نے شدید گولی باری کے بعد پانچ پاکستانی ماہی گیروں کو گرفتار کرکے ان کی شکار کردہ مچھلیاں اور 17 کشتیاں قبضے میں لے لیں۔ ماہی گیروں کے حقوق کے لیے سرگرم ایک غیر سرکاری تنظیم نے واقعہ کی تصدیق کرتے ہوئے کہا ہے کہ 29 ماہی گیر لاپتہ ہیں جنھوں نے اپنی جان بچانے کے لیے سمندر میں چھلانگ لگا دی تھی۔ تمام گرفتار ہونے والے اور لاپتہ ماہی گیروں کا تعلق ابراہیم چندانی گاؤں سے ہے۔ (ڈان، 9 ستمبر، صفحہ 5)

سندھ ہائی کورٹ نے صوبائی محکمہ آبپاشی اور دیگر متعلقہ حکام کو صوبے کی متعدد جھیلوں پر نجی غیر قانونی قبضے کے خاتمے کو یقینی بنانے کی ہدایت کی ہے۔ عدالت نے یہ بھی ہدایت کی ہے کہ سندھ فشریز ایکٹ 2011 کے تحت ماہی گیروں کو مچھلی پکڑنے کے اجازت نامے (لائسنس) جاری کیے جائیں۔ عدالت کی طرف سے یہ ہدایات 1,260 بڑی اور چھوٹی جھیلوں پر بااثر افراد کے ناجائز قبضے کے خاتمے کے لیے جاری کی گئی ہیں۔ ایک غیر سرکاری تنظیم کی جانب سے دائر کی گئی درخواست میں کہا گیا ہے کہ جھیلوں کی زمین پر بااثر افراد اپنا دعویٰ کررہے ہیں اور وہاں سے ہٹنے پر تیار نہیں ہیں جس کی وجہ سے مقامی ماہی گیر روزگار سے محروم ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 ستمبر، صفحہ 14)

جوڈیشل مجسٹریٹ غربی نے 43 بھارتی ماہی گیروں کو پاکستانی سمندری حدود کی خلاف ورزی پر جیل بھیج دیا ہے۔ پاکستان میری ٹائم سیکیورٹی ایجنسی (PMSA) نے کچھ دن پہلے ان بھارتی ماہی گیروں کو کشتیوں سمیت پاکستانی سمندری حدود سے گرفتار کیا تھا جنہیں مزید قانونی کارروائی کے لیے پولیس کے حوالے کردیا گیا تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 دسمبر، صفحہ 13)

PMSA (پی ایم ایس اے) نے پاکستانی حدود میں شکار کرنے والے 28 بھارتی ماہی گیروں کو گرفتار کرلیا ہے۔ ماہی گیروں کی پانچ کشتیاں بھی قبضے میں لے لی گئی ہیں۔ ڈاکس تھانے نے تصدیق کی ہے کہ

28 بھارتی ماہی گیران کے حوالے کیے گئے ہیں جن پر مقدمات درج کرلیے گئے ہیں اور ماہی گیروں کو عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 23 دسمبر، صفحہ 15)

پاکستان نے واہگہ سرحد پر 145 بھارتی ماہی گیروں کو بھارت کے حوالے کردیا ہے۔ ماہی گیروں کو کراچی جیل سے جذبہ خیرسگالی کے تحت رہا کیا گیا تھا جنہیں ایدھی فاؤنڈیشن کی جانب سے علامہ ایکسپریس کے ذریعے لاہور منتقل کیا گیا تھا۔ بھارتی ماہی گیروں کو ایدھی فاؤنڈیشن کی جانب سے کھانا، خوراک اور 5,000 روپے نقد بھی دیے گئے۔ (ڈان، 30 دسمبر، صفحہ 2)

مرغبانی

منڈی کے ذرائع کا کہنا ہے کہ برائیلر مرغی کی قیمت میں 50 سے 80 روپے فی کلو اضافہ کردیا گیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق مرغی کے گوشت کی قیمت 190 روپے سے بڑھ کر 260 سے 270 روپے فی کلو ہوگئی ہے۔ دکاندار قیمتوں میں اضافے کی کوئی خاص وجہ نہیں بتا رہے تاہم بعض دکانداروں کا موقف ہے کہ موسم سرما میں مرغی کی طلب زیادہ ہوتی ہے اور یہ شادیوں کا موسم بھی ہے جس کی وجہ سے مرغی کی کھپت بڑھ جاتی ہے۔ (ڈان، 17 دسمبر، صفحہ 17)

مرغی کی بڑھتی ہوئی قیمت پر سنجیدگی سے نوٹس لینے کے بجائے لگتا ہے کہ کمشنر کراچی نے نجی شراکت داروں کے ساتھ مل کر قیمت میں اضافے میں مدد دی ہے۔ مرغی کے گوشت کی قیمت 260۔ 270 سے بڑھ کر 290۔ 300 روپے فی کلو ہوگئی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے خوردہ فروشوں نے سرکاری قیمتوں کی فہرست آویزاں نہیں کی جس کے بغیر زندہ مرغی اور اس کے گوشت کی قیمت کو قابو نہیں کیا جاسکتا۔ پاکستان پولٹری ایسوسی ایشن (PPA) ایک بہت مہنگی اشتہاری مہم چلارہی ہے جس میں یہ وضاحت کی جارہی ہے کہ مرغیوں کی افزائش میں ہارمون اور اسٹیرائیڈ استعمال نہیں کیے جارہے ہیں۔ (ڈان، 21 دسمبر، صفحہ 17)

- شترمرغ

محکمہ مال مویشی پنجاب نے صوبے میں شترمرغ بانی کے فروغ کے منصوبے کے تحت 2016-17 میں 54 شترمرغ فارموں کا اندراج کرلیا ہے اور مزید 80 فارموں کا رواں سال اندارج کیا جائے گا۔ محکمے کے ترجمان کا کہنا ہے کہ صوبے بھر میں کل 6,245 فارم مندرج ہیں جن میں دو سے 15 ماہ عمر کے شترمرغ موجود ہیں۔ پنجاب حکومت نے سال 2016-17 میں 15.5 ملین روپے زرتلافی دینے کا ہدف مقرر کیا تھا جبکہ سال 2017-18 میں حکومت پنجاب کی جانب سے 8.33 ملین روپے کی زرتلافی دی جارہی ہے۔ منصوبے کے تحت پنجاب حکومت فی شترمرغ 10,000 روپے زرتلافی دے رہی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 22 دسمبر، صفحہ 5)

۷۔ تجارت

برآمدات

- گندم

ECC (ای سی سی) نے ایک اجلاس کے دوران وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق کی تجویز پر دوملین ٹن گندم برآمد کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ 30 جون، 2018 تک پنجاب اور سندھ بالترتیب 1.5 اور 0.5 ملین ٹن گندم اور اس سے بنی اشیاء برآمد کرسکیں گے۔ (ڈان، 23 دسمبر، صفحہ 10)

- چاول

چیئرمین رائس ایکسپورٹرز ایسوسی ایشن آف پاکستان (REAP) چودھری سمیع اللہ نعیم نے ایک اجلاس کے دوران ایک بار پھر زور دیا ہے کہ چاول کی برآمد کے شعبے کو ایک نئی صنعت کا درجہ دیا جائے اور اسے برآمدی محصول میں صفر درجہ دیا جائے۔ سب سے زیادہ زرمبادلہ کمانے والا یہ دوسرا بڑا شعبہ ہے لیکن بدقسمتی سے اسے وہ سہولیات حاصل نہیں جس کی اس شعبے کو ضرورت ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ REAP

(ریپ) چاول کی برآمد سے پہلے اس کی جانچ کی تجویز کی سخت مخالفت کرتی ہے۔ اس طرح کی پابندی چاول برآمد کرنے والے کسی ملک میں عائد نہیں ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 3 نومبر، صفحہ 13)

عالمی منڈی میں چاول کی بڑھتی ہوئی طلب کی وجہ سے رواں مالی سال کے ابتدائی پانچ ماہ میں چاول کی برآمد میں 32 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ ریپ کے مطابق مالی سال 2018 میں جولائی تا نومبر 697 ملین ڈالر مالیت کا چاول برآمد کیا گیا جبکہ گزشتہ سال اسی دوران 528.33 ملین ڈالر مالیت کا چاول برآمد کیا گیا تھا۔ ریپ کے نائب چیئرمین رفیق سلیمان کا کہنا ہے کہ چاول کی برآمد میں اضافہ وزات صنعت و تجارت اور ٹریڈ ڈیولپمنٹ اتھارٹی آف پاکستان (TDAP) کی کوششوں سے نئی منڈیوں کی تلاش اور دیگر اقدامات کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ دو سال پہلے چاول کی برآمد دو بلین ڈالر تک پہنچ چکی تھی لیکن کچھ مقامی اور عالمی مسائل کی وجہ سے اسے برقرار نہیں رکھا جاسکا۔ (بزنس ریکارڈر، 20 دسمبر، صفحہ 8)

پاکستانی چاول کے فروغ اور تشہیر کے لیے ریپ کا ایک وفد نائب چیئرمین رفیق سلیمان کی سربراہی میں سری لنکا پہنچ گیا ہے۔ وفد میں چاول کے برآمد کنندگان شامل ہیں جو سری لنکا کے ایوان تجارت کے عہدیداروں اور چاول کے درآمد کنندگان سے بھی ملاقات کرینگے۔ وفد سری لنکا کے حکومتی عہدیداروں سے پاکستانی چاول کی درآمد پر عائد بھاری محصول کو کم کرنے کے لیے بات چیت کرے گا۔ پاکستانی چاول سری لنکا میں بہت مقبول ہے اور ہر سال بڑی مقدار میں چاول سری لنکا برآمد کیا جاتا ہے۔ سال 2016-17 میں 16 ملین ڈالر مالیت کا چاول سری لنکا برآمد کیا گیا تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 13 دسمبر، صفحہ 8)

- کھاد

کھاد بنانے والی صنعتوں نے حکومت سے کھاد برآمد کرنے کی انتہائی تاریخ 31 اکتوبر سے بڑھا کر 31 دسمبر کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ صنعتوں کا کہنا ہے کہ 0.6 ملین ٹن کھاد برآمد کرنے کی آخری تاریخ انتہائی

قریب ہے لیکن مختلف وجوہات کی بنا پر، جن میں امن و امان کی صورتحال اور سرحدوں پر کشیدگی شامل ہے، کھاد کی مخصوص مقدار آخری تاریخ تک برآمد نہیں کی جاسکتی۔ زیادہ تر برآمدات بھارت، افغانستان اور وسطی ایشیا بھیجی جاتی ہے اور زمینی راستوں پر سخت جانچ پڑتال کی جارہی ہے کیونکہ کھاد کی مخصوص اقسام بم بنانے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ بندرگاہوں پر ضروری بنیادی ڈھانچہ نہ ہونے کی وجہ سے سمندری راستے سے بھی کھاد کی برآمد میں تاخیر کا سامنا ہے۔ اب تک جنوری سے ستمبر کے دوران صرف 335,000 ٹن کھاد برآمد کی گئی ہے۔ (ڈان، 7 اکتوبر، صفحہ 10)

وزیر اعظم کی زیر صدارت کابینہ کی ای سی سی نے 35,000 ٹن یوریا سری لنکا برآمد کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ اس سے پہلے اکتوبر 2017 تک 0.6 ملین ٹن کھاد برآمد کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ تاہم انتہائی تاریخ تک 0.559 ملین ٹن کھاد برآمد کی جاسکی تھی۔ اسی اجلاس میں بقیہ 41,000 ٹن یوریا بھی 28 فروری 2018 تک برآمد کرنے کی درخواست کی گئی تھی جس کی منظوری دے دی گئی۔ (بزنس ریکارڈر، 30 دسمبر، صفحہ 1)

- پھل سبزی

چیئرمین آل پاکستان فروٹ اینڈ ویجیٹیبل ایکسپورٹرز امپورٹرز اینڈ مرچنٹز ایسوسی ایشن (PFVA) وحید احمد کے مطابق پاکستان صرف بلوچستان سے ہی پھل اور سبزی کی ایک بلین ڈالر مالیت کی برآمدات کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن ایسا اس صورت میں ہوسکتا ہے جب عالمی معیار کے طریقہ کار اپنائے جائیں۔ PFVA (پی ایف وی اے) کے ایک وفد نے گورنر بلوچستان محمد خان اچکزئی سے بھی ملاقات کی ہے جس میں باغبانی شعبے میں پالیسی سازی کے حوالے سے پی ایف وی اے کے نقطہ نظر کو پیش کیا گیا۔ اس وقت صوبے کا پھل و سبزی کا برآمدی حجم 45 ملین ڈالر ہے جسے تحقیق اور ترقیاتی سہولیات کے ذریعے ایک بلین ڈالر تک بڑھایا جاسکتا ہے۔ پاکستان نے مالی سال 2016 میں 641 ملین ڈالر مالیت کی باغبانی سے متعلق

اشیاء برآمد کی تھیں۔ پی ایف وی اے کے مطابق اگر وفاق اور صوبائی حکومتیں بہتر پالیسیاں مرتب کریں تو دس سالوں میں یہ برآمدی حجم سات بلین ڈالر تک پہنچ سکتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 28 اکتوبر، صفحہ 11)

- آم

وزارت تجارت کے حکام کے مطابق سال 16-2014 کے درمیان آم کی برآمد سے 94.059 ملین ڈالر کا زرمبادلہ حاصل ہوا۔ گزشتہ دو سالوں میں 129,423 ٹن آم مختلف ممالک کو برآمد کیا۔ حکام کی جانب سے حال ہی میں ختم ہونے والے مالی سال کے اعداد و شمار پیش نہیں کیے گئے۔ زیادہ تر ممالک آم درآمد کرنے سے پہلے شعاع ریزی (اریڈاپشن) بھاپ سے عمل کاری (ہاٹ واٹر ٹریٹمنٹ) کے عمل کو لازمی قرار دیتے ہیں جس کے لیے حکومت مناسب اقدامات کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ بیماریوں اور نقصان سے بچاؤ کے لیے لکڑی کے ڈبوں میں آم ترسیل کرنے پر پابندی لگائی گئی ہے۔ آم کو گرمی سے بچانے کے لیے پنجاب میں سرد خانے بنائے گئے ہیں جبکہ سندھ میں زیرِ تعمیر ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 ستمبر، صفحہ 10)

- کینو

پاکستان کی برآمدات میں اضافے کے لیے اعلیٰ سطح پر طویل گفت و شنید اور کوششوں کے بعد انڈونیشیا نے پاکستانی کینو دسمبر سے اپریل تک درآمد کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ اس سے پہلے صرف جنوری تا اپریل کینو انڈونیشیا برآمد کیے جاسکتے تھے۔ سال نو کی تقریبات کی وجہ سے انڈونیشیا میں ترش پھلوں کا استعمال زیادہ ہوتا ہے جس سے پاکستانی برآمد کنندگان کو انڈونیشیا کے لیے برآمدات میں اضافہ کرنے کا موقع ملے گا۔ پچھلے سال کے مقابلے اس موسم میں کینو کی برآمد میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ سال 2016 میں 20 ملین ڈالر مالیت کے کینو برآمد کیے گئے جبکہ سال 2017 کے ابتدائی چار ماہ میں ہی 48 ملین ڈالر مالیت کا کینو برآمد کیا گیا۔ (بزنس ریکارڈر، 5 اکتوبر، صفحہ 14)

ایک خبر کے مطابق روس اور ایران کی منڈیوں میں کینو کی برآمد پر پابندیوں اور دیگر مسائل کی وجہ سے کینو کا برآمدی ہدف کم کر کے 250,000 ٹن کردیا گیا ہے۔ پی ایف وی اے کے اعداد و شمار کے مطابق پچھلے موسم میں کینو کا برآمدی ہدف 300,000 ٹن تھا لیکن 280,000 ٹن ہی برآمد کیا جاسکا تھا۔ کینو کی برآمد 15-2014 میں 375,000 ٹن تک پہنچ گئی تھی جو 16-2015 میں کم ہوکر 300,000 ٹن ہوگئی تھی۔ یکم دسمبر سے کینو کی برآمد شروع ہوئی ہے اور اب 20,000 ٹن کینو مختلف ممالک کو برآمد کیا جاچکا ہے۔ حالیہ موسم میں کینو کی پیداوار 1.9 سے دوملین ٹن تک متوقع ہے۔ پی ایف وی اے کے صدر وحید احمد کے مطابق کینو کی برآمد میں کمی کی وجہ پنجاب حکومت کی عدم دلچسپی، پیداواری لاگت میں اضافہ اور ایران، یورپ اور روس کی منڈیوں میں سخت تجارتی قوانین ہیں۔ عالمی منڈی میں اب پاکستانی کینو کے معیار کی وجہ سے اس کی طلب میں کمی ہورہی ہے۔ پی ایف وی اے گزشتہ کئی سالوں سے حکومت پر کینو کی بہتری کے لیے تحقیق پر زور دے رہی ہے۔ کینو کی 90 فیصد کاشت پنجاب میں ہوتی ہے لیکن اس کی پیداوار کی طرف توجہ نہیں دی جارہی۔ (ڈان، 5 دسمبر، صفحہ 10)

- پیاز

برآمدکنندگان نے وفاقی حکومت پر زور دیا ہے کہ کاشتکاروں کو نقصان سے محفوظ رکھنے کے لیے پیاز کی برآمدات پر سے پابندی ختم کی جائے۔ اس سال سندھ میں پیاز کی شاندار فصل ہوئی ہے اور تقریباً 15 سے 20 فیصد پیداوار ضرورت سے زیادہ ہے۔ اس وقت عالمی منڈی میں پیاز کی فروخت کے مواقع موجود ہیں اور پاکستان 50,000 ٹن پیاز سری لنکا، سنگاپور اور خلیجی ممالک کو برآمد کرسکتا ہے۔ عالمی منڈی میں پاکستانی پیاز 250 سے 300 ڈالر فی ٹن قیمت پر فروخت ہوسکتی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 24 نومبر، صفحہ 8)

- چینی

ای سی سی نے 1.5 ملین ٹن چینی 10.70 روپے فی کلو زرتلافی کے ساتھ برآمد کرنے کی اجازت دیدی

ہے۔ تاہم زرتلافی اور چینی برآمد کرنے کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی گئی ہے کہ ملیں 30 نومبر سے گنے کی کرشنگ شروع کریں گی۔ حکام کے مطابق چینی گزشتہ شرائط پر ہی برآمد ہوگی جس میں زرتلافی کی رقم وفاقی حکومت اور صوبے آدھی آدھی ادا کریں گے۔ پنجاب حکومت نے مل مالکان کو گنے کی کرشنگ فوری طور پر شروع کرنیکی ہدایت کی ہے۔ ذرائع کے مطابق پنجاب میں کچھ ملوں نے کرشنگ شروع کردی ہے لیکن سندھ میں وزیر اعلیٰ پر وفاقی حکومت کی جانب سے دی گئی زرتلافی کے علاوہ مزید چار روپے فی کلو زرتلافی دینے کا دباؤ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 29 نومبر، صفحہ 1)

سندھ حکومت کی جانب سے صوبے کی شوگر ملوں کو دی جانے والی زرتلافی کی رقم دوگنی کردینے کے بعد شوگر ملوں کو 30 بلین روپے کی زرتلافی حاصل ہوگی۔ 28 نومبر کو کابینہ کی ای سی سی کی جانب سے 1.5 ملین ٹن چینی 10.70 روپے فی کلو زرتلافی کے ساتھ برآمد کرنے کی اجازت دی گئی تھی جس کا 50 فیصد حصہ صوبے ادا کریں گے۔ چینی پر دی جانے والی اس زرتلافی کی مد میں قومی خزانے سے 16.1 بلین روپے خرچ ہونگے تاہم وزارت خزانہ نے بجٹ میں اس حوالے سے کوئی رقم مختص نہیں کی تھی۔ تین دن پہلے سندھ کابینہ نے چینی برآمد کرنے کے لیے مزید 9.30 روپے فی کلو کی منظوری دے دی جس کے بعد سیاسی وابستگی رکھنے والے شوگر مل مالکان کو دی جانے والی کل زرتلافی کی رقم 30 بلین روپے ہوجائے گی۔ سندھ حکومت کے اس فیصلے کے بعد پی ایس ایم اے پنجاب زون نے بھی کرشنگ روکنے کا عندیہ دیا ہے اور ایک اشتہار کے ذریعے پنجاب حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ انہیں 20 روپے فی کلو زرتلافی فراہم کی جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 دسمبر، صفحہ 10)

ECC (ای سی سی) نے ایک اجلاس کے دوران وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق کی تجویز پر 300,000 ٹن چینی برآمد کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ چینی برآمد کرنے کا فیصلہ بعض ملوں کی جانب سے کرشنگ شروع نہ کرنے اور کسانوں کو گنے کی مقررہ قیمت ادا نہ کرنے کے بعد کیا گیا ہے۔ حکومت کا کہنا ہے کہ

اس فیصلے سے ملوں کو کسانوں سے گنا خریدنے اور اس کی قیمت وقت پر ادا کرنے میں سہولت ہوگی۔ حکومت نے شوگر ملوں کی جانب سے چینی کی برآمد پر دی جانے والی زرتلافی کو 10.7 روپے فی کلو سے بڑھا کر 20 روپے فی کلو کرنے کا مطالبہ مسترد کردیا۔ تاہم صوبہ سندھ نے ملوں کو سہولت دینے کے لیے 9.30 روپے فی کلو اضافی زرتلافی (کل 20 روپے فی کلوگرام) دینے کا بھی اعلان کیا ہے۔ (ڈان، 23 دسمبر، صفحہ 10)

- حلال اشیاء

PBIF (پی بی آئی ایف) کے صدر میاں زاہد حسین نے کہا ہے کہ اگر مرغبانی صنعت کے مسائل حل کیے جائیں تو پاکستان کی 750 بلین روپے کی یہ صنعت 300 بلین ڈالر کی حلال منڈی میں اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔ وسطی ایشیا، مشرقی وسطی کے ممالک اور روس کی چھ بلین ڈالر سے بھی زیادہ مرغبانی سے متعلق درآمدات ہیں۔ اس کے علاوہ یورپ میں 50 ملین سے زیادہ مسلمان آبادی ہے جو حلال اشیاء کو ترجیح دیتے ہیں لیکن اس تجارت میں پاکستان کا حصہ بہت کم ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 22 اکتوبر، صفحہ 3)

آل پاکستان میٹ ایکسپورٹرز اینڈ پروسیسرز ایسوسی ایشن (APMEPA) کے چیئرمین نصیب احمد سیفی نے مطالبہ کیا ہے کہ زندہ جانوروں کی برآمد پر مکمل پابندی عائد کی جائے اور جانوروں کی غیر قانونی برآمد (اسمگلنگ) کو سختی سے روکا جائے تاکہ ملک میں اربوں روپے کی سرمایہ کاری سے قائم گوشت کے کارخانے اور اس کی برآمدی صنعت کو گوشت کی ترسیل یقینی بنائی جاسکے۔ جانوروں کی غیر قانونی برآمد روکنے سے مقامی سطح پر گوشت کی صنعت کی بڑھوتری میں اضافہ ہوگا، ملکی خزانے کو محصولات کی مد میں آمدنی حاصل ہوگی اور ساتھ ساتھ کثیر زرمبادلہ بھی حاصل ہوگا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ پاکستان عمل شدہ (پروسس شدہ) کے ذریعے گوشت اور اس کی دیگر مصنوعات عالمی منڈی میں زیادہ قیمت پر فروخت کرسکتا ہے بجائے اس کے کہ زندہ جانور کم قیمت پر فروخت کرے۔ (بزنس ریکارڈر، 24 دسمبر، صفحہ 5)

- سمندری خوراک

ماہی گیروں کا کہنا ہے کہ سردیوں کی آمد کے ساتھ ہی مچھلی کی طلب میں اضافہ ہوگا جبکہ مچھلی کے شکار میں واضح کمی آئے گی۔ تاہم کویت اور دبئی کو اس دوران سمندری خوراک کی برآمد جاری رہے گی۔ ادارہ شماریات پاکستان (PBS) کے مطابق مالی سال 18-2017 میں جولائی سے نومبر کے دوران سمندری خوراک کی برآمد جو گزشتہ سال 114.802 ملین ڈالر تھی اس سال 6.10 فیصد اضافے کے بعد 121.810 ملین ڈالر ہوگئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 29 نومبر، صفحہ 8)

درآمدات

PBS (پی بی ایس) کے مطابق رواں مالی سال کے ابتدائی چار ماہ (جولائی تا اکتوبر) میں خوراک کی درآمد میں 20.21 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس دوران 2.198 بلین ڈالر مالیت کی خوراک درآمد کی گئی جو گزشتہ سال اسی عرصے کے دوران 1.828 بلین ڈالر تھی۔ جن غذائی اشیاء کی درآمد میں اضافہ ہوا ہے ان میں دودھ، بالائی، بچوں کا خشک دودھ بھی شامل ہے جس کی درآمد میں 1.5 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ملک میں چینی کی درآمد میں 49.71 فیصد اور خشک میوہ جات کی درآمد میں 18.88 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 27 نومبر، صفحہ 3)

- کپاس

پاکستانی تاجروں نے ملک میں کم معیار کی کپاس کی پیداوار کے نتیجے میں ایک ملین گانٹھوں سے زیادہ کپاس کے برآمدی سودوں کو حتمی شکل دے دی ہے حالانکہ کپاس کے ابتدائی اندازوں کے مطابق اس موسم میں کپاس کی پیداوار گزشتہ سال کے مقابلے زیادہ ہوگی تاہم کپاس کا معیار بہتر نہیں ہوا ہے۔ زیادہ تر کپاس امریکہ اور مغربی افریقہ کے ممالک سے درآمد کی جائے گی۔ ملک میں کپاس بڑے پیمانے پر کاشت کی گئی ہے لیکن درجہ حرارت اور وقت سے پہلے منڈی میں آنے کی وجہ سے کپاس کی فصل بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ تاجروں کا کہنا ہے کہ اس سال کپاس کی 12 ملین گانٹھ پیداوار متوقع ہے جبکہ گزشتہ سال 10.7 ملین

گانٹھ پیداوار ہوئی تھی۔ ضرورت کے مطابق کپاس کی پیداوار میں کمی کے خدشے کی وجہ سے مقامی منڈی میں قیمت میں اضافہ ہورہا ہے۔ کپاس کی فی من قیمت میں 300 روپے اضافہ ہوا ہے یعنی فی من کی قیمت 6,800 روپے تک پہنچ گئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 نومبر، صفحہ 24)

آل پاکستان ٹیکسٹائل مینوفیکچررز ایسوسی ایشن (APTMA) نے حکومت سے کپاس کی درآمد پر عائد چار فیصد محصول اور پانچ فیصد سیل ٹیکس ختم کرنے اور بھارت اور برازیل سے کپاس کی درآمد پر عائد پابندی ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ APTMA (اپٹما) نے مزید مطالبہ کیا ہے کہ حکومت کپاس کی سالانہ 20 ملین گانٹھ پیداوار کے لیے سنجیدہ کوششیں کرے جیسے کہ بھارت نے کی ہے۔ چار فیصد درآمدی محصول اور پانچ فیصد سیلز ٹیکس عائد کیے جانے جیسے نمائشی اقدامات سے (کپڑے کی) پیداواری لاگت بڑھ گئی ہے جو پہلے ہی اس خطے کے دیگر ممالک کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ پاکستان میں مسلسل تین سالوں سے کپاس کی پیداوار طلب (15 ملین گانٹھوں) کے مقابلے کم ہورہی ہے جس کے نتیجے میں ملکی ضروریات پوری کرنے کے لیے کپاس درآمد کرنا پڑرہی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 10 نومبر، صفحہ 5)

- ٹماٹر

LCCI (ایل سی سی آئی) نے وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق کی جانب سے بھارتی ٹماٹر درآمد نہ کرنے کے فیصلے کا خیرمقدم کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس فیصلے سے مقامی کسانوں کو فائدہ ہوگا اور ملکی زرمبادلہ کی بھی بچت ہوگی۔ اس وقت ملکی منڈیوں میں ٹماٹر کی کمی ہے جسے ہر سال بھارت سے درآمد کے ذریعے پورا کیا جاتا تھا۔ مقامی تاجر سندھ کی ٹماٹر کی فصل منڈی میں آنے کے منتظر ہیں۔ ایل سی سی آئی کے صدر عبداللہ باسط نے کہا ہے کہ ملک میں اپنی غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے وسائل موجود ہیں اور حکومت کو ایسے مسائل سے نکلنے کے لیے زیر کاشت رقبے میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 26 ستمبر، صفحہ 10)

- خشک دودھ

ایوان صنعت و تجارت کراچی (KCCI) نے کسٹم حکام سے خشک دودھ کی درآمد پر محصول (ریگولیٹری ڈیوٹی) ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے کیونکہ یہ لازمی غذائی اشیاء میں شامل ہے اور بطور خام مال کئی غذائی اشیاء کی تیاری میں استعمال ہوتا ہے۔ حکومت نے 16 اکتوبر، 2017 کو درآمدی اخراجات کم کرنے کے لیے 731 پرتعیش اور غیر ضروری اشیاء کی درآمد پر محصول عائد کیا تھا۔ فیڈرل بورڈ آف ریونیو (FBR) کا اس طرح کی اشیاء پر محصول عائد کرنے سے ضروری اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوگا، ان کی غیرقانونی درآمد کو فروغ ملے گا اور ان اشیاء کی قلت کا بھی سبب بن سکتا ہے جو یومیہ بنیادوں پر گھروں میں استعمال کی جاتی ہیں۔ (چکنائی کے حامل) خشک دودھ پر پہلے ہی 21 فیصد درآمدی محصول (کسٹم ڈیوٹی) عائد ہے جس پر مزید 20 فیصد ریگولیٹری (محصول) عائد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آزاد تجارتی معاہدے کے تحت ملائیشیا سے بغیر محصول خشک دودھ کی درآمد جاری ہے جس سے منڈی میں عدم توازن پیدا ہوگا کیونکہ تاجر یہی دودھ دیگر ممالک سے تمام محصولات ادا کرکے درآمد کررہے ہیں۔ (دی نیوز، 10 دسمبر، صفحہ 15)

ملک میں ادویات کی فروخت کو اختیار میں رکھنے والا ادارہ ڈرگ ریگولیٹری اتھارٹی آف پاکستان (DRAP) نے بالآخر فرانس سے درآمد کیا جانے والا مضر صحت دودھ کی فروخت روک دی ہے اور دودھ فروخت کرنے والی دو مقامی کمپنیوں کو منڈی سے تمام دودھ واپس لینے کی ہدایت کی ہے۔ فرانس کی حکومت نے اس دودھ کو صحت کے لیے انتہائی مضر قرار دے دیا ہے کیونکہ اس دودھ میں ایسے حساس جراثیم پائے جاتے ہیں جن سے بچوں میں اسہال اور پیٹ کی بیماریاں ہوسکتی ہیں۔ فرانس کی حکومت نے کمپنی سے دنیا بھر میں منڈی میں موجود تمام دودھ واپس لینے اور اس دودھ کو استعمال کرنے والوں کو زرتلافی ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ایسے ممالک کی تعداد سات ہے جن میں پاکستان بھی شامل ہے۔ فرانس کی حکومت نے یہ حکم یکم دسمبر کو جاری کیا جو بین الاقوامی ذرائع ابلاغ میں نشر کیا گیا لیکن پاکستان میں یہ دودھ 13 دسمبر تک فروخت ہوتا رہا۔ (ڈان، 18 دسمبر، صفحہ 6)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

غذائی کمپنیاں

ڈبہ بند (ٹیٹرا پیک) دودھ فروخت کرنے والی کمپنیوں کو طویل عرصے سے دودھ کی فروخت میں سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ نئے محصولات کا نفاذ اور سپریم کورٹ میں (دودھ کے معیار کے حوالے سے) جاری مقدمے کی وجہ سے کمپنیوں کے لیے مشکل ہوگیا ہے کہ وہ ملک کی بڑھتی ہوئی دودھ کی منڈی سے فائدہ اٹھاسکیں۔ حکومت نے 2015 میں اس صنعت کو حاصل صفر درجہ محصول ختم کردیا تھا اور اس سال سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ ملک میں دستیاب ڈبہ بند دودھ میں سے صرف چھ کمپنیوں کا دودھ استعمال کے لائق ہے۔ پاکستان ڈیری ایسوسی ایشن (PDA) کے جنرل سیکریٹری فرخ شہزاد مغل کا کہنا ہے کہ وہ عدالت کے حتمی فیصلے کے منتظر ہیں جو اس حوالے سے بقیہ مسائل کے حل کے لیے معاون ہوگا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 19 نومبر، صفحہ 11)

کھاد کمپنیاں

- فوجی فرٹیلائزر

فوجی فرٹیلائزر بن قاسم لمیٹڈ نے ڈی اے پی کھاد کی قیمت میں 50 روپے کا اضافہ کردیا ہے جس کے بعد فی بوری قیمت 2,670 روپے ہوگئی ہے۔ نئی قیمت کا اطلاق 15 نومبر سے ہوگا۔ کھاد بنانے والے دیگر اداروں نے بھی ڈی اے پی کی قیمت میں اضافہ کردیا ہے اور اس وقت ڈی اے پی کی اوسط قیمت 2,630 روپے ہے۔ اس سے قبل اینگرو فرٹیلائزر نے بھی ڈی اے پی کھاد کی قیمت میں 50 روپے اضافہ کیا تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 15 نومبر، صفحہ 11)

VII- بیرونی امداد

عالمی بینک

عالمی بینک نے پانی کے مؤثر استعمال کے لیے پنجاب میں کسانوں کی مدد جاری رکھتے ہوئے اضافی 130 ملین ڈالر فراہم کرنے کی منظوری دیدی ہے۔ یہ اضافی رقم قطرہ قطرہ آبپاشی نظام اور اسپرنکلر (فوارہ) آبپاشی نظام پر خرچ کی جائے گی جس سے پانی ضائع کرنے والی آبپاشی طریقوں کے استعمال میں واضح کمی ہوگی۔ اضافی قرض کی منظوری 250 ملین ڈالر کے پنجاب اریگیٹڈ ایگری کلچر پروڈکٹوٹی امپرومنٹ پروگرام (PIAPP) کے لیے دی گئی ہے۔ (ڈان، 3 دسمبر، صفحہ 11)

عالمی بینک نے پنجاب میں زراعت کو جدید بنانے کے لیے 300 ملین ڈالر قرض کی منظوری دیدی ہے۔ عالمی بینک کا زراعت کے لیے منڈی کے استحکام اور دیہی اصلاحات پر مبنی منصوبہ اسٹرینتھنگ مارکیٹ فار ایگری کلچر اینڈ رورل ٹرانسفارمیشن (SMART) زرعی اور مال مویشی شعبے میں پیداوار میں اضافے کے لیے ضروری اصلاحات کے لیے مددگار ہوگا اور زراعت میں موسمی تبدیلی سے مطابقت کو بہتر بنائے گا۔ منصوبے کے تحت پنجاب حکومت کسانوں کو نقد آور فصلوں کی کاشت کے ذریعے ان کی آمدنی میں اضافے کے لیے مدد فراہم کرے گی۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس منصوبے سے 350,000 ملازمتیں پیدا ہونگی اور 1.7 ملین افراد کو غربت سے نکال لیا جائے گا۔ (ڈان، 17 دسمبر، صفحہ 10)

امریکی امداد

امریکی امدادی ادارہ برائے بین الاقوامی ترقی (USAID) نے سائنسدانوں و محققین کو پاکستان میں مال مویشی، سبزیوں، فصلوں اور دیگر زرعی شعبوں میں پیداوار اور چھوٹے کسانوں کی آمدنی بڑھانے کے لیے زراعت میں جدت کے منصوبے ایگری کلچرل انوویشن پروگرام (AIP) کے تحت 42 تحقیق کاروں کو مجموعی طور پر دو ملین ڈالر کی امداد دی ہے۔ امداد حاصل کرنے والے تحقیق کاروں کی اکثریت کا تعلق کے پی کے

سے ہے۔ اس کے بعد امداد حاصل کرنے والوں میں بلترتیب بلوچستان، پنجاب اور سندھ کے تحقیق کار شامل ہیں۔ (ڈان، 15 ستمبر، صفحہ 11)

آسٹریلوی امداد

آسٹریلیا کی حکومت نے معیاری بیج کی پیداوار، فصلوں کی پیداوار اور کسانوں کی منڈی تک رسائی میں بہتری کے لیے شیخوپورہ اور گجرانوالہ کے 4,000 چھوٹے کسانوں کو تربیت فراہم کرنے کے لیے 500,000 آسٹریلوی ڈالر کے منصوبہ کا اعلان کیا ہے۔ اس منصوبے کا مقصد شیخوپورہ اور گجرانوالہ کے دیہات کے چھوٹے کسانوں کو بیج کے ترسیلی نظام (سیڈ سپلائی چین) سے جوڑنا ہے۔ یہ منصوبہ کسانوں کو خود اپنا معیاری بیج پیدا کرنے اور بطور بیج کا ترسیل کار (سیڈ سپلائر) اندراج کرانے کی تربیت اور مدد فراہم کرے گا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 نومبر، صفحہ 5)

جرمن امداد

جرمنی کے مالیاتی ادارے جرمن ڈیولپمنٹ بینک (KfW) نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ادارہ پاکستان میں پانی اور توانائی کے وسائل کی ترقی کے لیے مدد جاری رکھے گا۔ KfW (کے ایف ڈبلیو) واپڈا کے پن بجلی منصوبوں کے لیے سرمایہ فراہم کررہا ہے جن میں خیال خاور پن بجلی منصوبہ، وارسا پن بجلی بحالی منصوبہ اور ہارپو پن بجلی منصوبہ شامل ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 ستمبر، صفحہ 10)

VIII۔ پالیسی

محکمہ تحفظ ماحول (EPD) حکومت پنجاب نے لاہور ہائی کورٹ کو آگاہ کیا ہے کہ وزیر اعلی پنجاب نے آلودہ دھند کے حوالے سے پالیسی (اسموگ پالیسی) پر دستخط کردیے ہیں۔ پالیسی کی نمایاں خصوصیات سے متعلق ادارے نے بتایا کہ آلودگی پر جرمانے (پلوشن چارج رولز 2001) کے نفاذ کے علاوہ ماحول و فضاء کی جانچ

کے نظام کو وسعت دی جائے گی۔ اس حوالے سے مرکزی لیبارٹری کو جدید بنا کر ایوان صنعت و تجارت لاہور کے اشتراک سے کاربن کا اخراج کرنے والی صنعتوں میں جانچ کا نظام بنایا جائے گا۔ اس کے علاوہ حفاظتی اقدامات کے حوالے سے ذرائع ابلاغ پر عوامی آ گہی مہم شروع کی جائے گی۔ یہ مہم اسکولوں میں بھی شروع کی جائے گی جہاں بچوں کے آلودہ دھند سے متاثر ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ (ڈان، 21 اکتوبر، صفحہ 2)

- آبی پالیسی

آبی وسائل پر تحقیق کا قومی ادارہ (PCRWR) کے مقامی دفتر میں ہونے والے ورکشاپ میں شرکاء کا کہنا تھا کہ سیم و تھور پورے ملک میں ایک سنجیدہ مسئلہ ہے لیکن صوبہ سندھ میں صورتحال انتہائی سنگین ہے۔ صوبے میں نہری پانی سے سیراب ہونے والے مجموعی رقبے کا تقریباً 53 فیصد سیم تھور کے تباہ کن اثرات سے متاثر ہورہا ہے۔ سیم و تھور کا ایک موثر حل پانی کی نکاسی (ڈرینج ٹیکنالوجی) ہے جس کی ملک میں کامیاب مثالیں موجود ہیں۔ ورکشاپ کا مقصد حال ہی میں وزارت سائنس و ٹیکنالوجی کے منظور کردہ سندھ کے زیریں علاقوں میں سیم و تھور پر قابو پانے کے منصوبے (انٹی گریٹڈ اپروچ فار کنٹرول آف واٹر لوگنگ اینڈ سیلینٹی ان لو لائنگ ایریاز آف سندھ) کا تعارف اور اس منصوبے پر سائنسدانوں اور ماہرین کی رائے کا حصول تھا۔ اس منصوبے کا مقصد پانی کی نکاسی کا نظام متعارف کروا کر سیم و تھور کا خاتمہ، زمین کو دوبارہ قابل کاشت بنانا اور کسانوں کے ذریعہ معاش کو بہتر بنانا ہے۔ اس تین سالہ منصوبہ پر 55.262 ملین روپے کی لاگت آئیگی۔ (ڈان، 12 ستمبر، صفحہ 18)

ایک خبر کے مطابق قومی آبی پالیسی کی منظوری ایک بار پھر ملتوی ہوگئی ہے حالانکہ تمام صوبے پالیسی مسودے پر متفق ہوگئے تھے۔ ذرائع کے مطابق قومی آبی پالیسی مشترکہ مفادات کونسل (CCI) کے 25 اگست کو ہونے والے اجلاس میں پیش کی گئی تھی جسے آخری لمحات میں وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی کی خواہش پر ملتوی کردیا گیا۔ اجلاس میں کہا گیا ہے کہ سابق وزیراعظم نواز شریف کی سربراہی میں ہونے

والے CCI (سی سی آئی) کے پچھلے اجلاس میں وزارت آبی وسائل کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ آبی پالیسی اجلاس میں منظوری کے لیے پیش کرے۔ رواں سال فروری میں صوبوں نے اس پالیسی مسودے کی منظوری دے دی تھی لیکن اس وقت کے وزیر اعظم نواز شریف چاہتے تھے کہ نئی قائم کی گئی وزارت آبی وسائل کو اس پالیسی کا جائزہ لینا چاہیے اور دوبارہ اسے سی سی آئی کے اجلاس میں پیش کیا جائے۔ (ڈان، 19 ستمبر، صفحہ 10)

زرعی شعبے کو جدید خطور پر استوار کرنے کے لیے پنجاب حکومت نے نئے طریقے متعارف کروانے اور جدید آبپاشی نظام کے ذریعے نہری پانی کی بچت کے لیے منصوبہ بندی کا آغاز کیا ہے۔ محکمہ زراعت کے ذرائع کا کہنا ہے کہ دستیاب آبی وسائل میں سے 25 فیصد پانی نہروں میں، 30 فیصد واٹر کورسوں میں اور 35 فیصد پانی کھیتوں میں ضائع ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے دستیاب پانی 45 ملین ایکڑ فٹ تک محدود ہوجاتا ہے جبکہ فصلوں کے لیے پانی کی سالانہ طلب 65 ملین ایکڑ فٹ ہے۔ پنجاب حکومت نے صوبے میں فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کے تین سالہ منصوبہ کے لیے 4.76 بلین روپے مختص کیے ہیں۔ منصوبے کے تحت 11,000 ایکڑ زمین پر قطرہ قطرہ آبپاشی نظام، 1,500 ایکڑ پر فوارہ آبپاشی نظام کے لیے شمسی توانائی کا نظام نصب کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ منصوبے میں ٹنل فارمنگ کے فروغ پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔
(بزنس ریکارڈر، 9 اکتوبر، صفحہ 17)

پیداوار

حکومت پنجاب نے زراعت کے فروغ اور کسانوں کی خوشحالی کے لیے 2.14 بلین روپے سے زائد لاگت کا چار سالہ منصوبہ تیار کیا ہے۔ منصوبہ کے تحت پنجاب کے مختلف اضلاع میں سیم وتھور سے متاثر ہونے والی زمین کی بحالی پر خصوصی توجہ دیجائیگی اور کاشتکاری کے لیے ناموزوں زمین کو قابل کاشت بنایا جائیگا۔ مجوزہ منصوبہ پر آئندہ مالی سال کے دوران کام شروع کیا جائیگا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر جدید خطوط پر زراعت کو فروغ دینے اور جدید آبپاشی نظام کی مدد سے پانی کو محفوظ بنانے کے لیے نئے طریقہ کاشت

متعارف کرائے جائیں گے ۔ (بزنس ریکارڈر، 20 نومبر، صفحہ 2)

ایک خبر کے مطابق پنجاب زرعی تحقیقی بورڈ (PARB) سفید مکھی اور گلابی سنڈی پر تحقیق کے لیے زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں تحقیقی مرکز قائم کریگا۔ یہ مرکز یونیورسٹی کے شعبہ علم حشرات (Entomology) میں دو منصوبوں (سفید مکھی اور گلابی سنڈی) پر کام کریگا جس کے لیے PARB (پارب) 75 ملین روپے خرچ کرے گا۔ (ڈان، 25 دسمبر، صفحہ 6)

پاک بھارت آبی تنازع

پاکستان اور بھارت کے درمیان آبی تنازع کے حل کے سلسلے میں عالمی بینک کے مرکز میں ہونے والے دو روزہ مذاکرات کا پہلا دور ختم ہوگیا ہے۔ بھارتی حکام کے مطابق رتلے اور کشن گنگا ڈیم کی تعمیر پر پائے جانے والے تنازع پر ہونے والی بات چیت کے دوسرے مرحلہ میں تکنیکی معاملات پر توجہ مرکوز کی جائیگی۔ عالمی بینک کا ماننا ہے کہ سندھ طاس معاہدہ بھارت کو کچھ پابندیوں کے ساتھ دریائے جہلم اور چناب پر پن بجلی گھر کی تعمیر کی اجازت دیتا ہے۔ تاہم پاکستان کا دعویٰ ہے کہ جموں و کشمیر میں دونوں بھارتی منصوبوں کا نقشہ (ڈیزائن) سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی ہے جس کے لیے اس نے عالمی بینک سے ثالثی کے لیے رجوع کیا ہے۔ (ڈان، 15 ستمبر، صفحہ 5)

عالمی بینک کی ثالثی میں پاکستان اور بھارت کے درمیان ہونے والے دو روزہ مذاکرات ختم ہوگئے۔ عالمی بینک کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ 14 اور 15 ستمبر کو ہونے والے مذاکرات میں معاہدے کے تکنیکی معاملات پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ بینک کو بات چیت کے حوالے سے جیسے ہی مزید معلومات حاصل ہونگی ان کا تبادلہ کرے۔ (ڈان، 16 ستمبر، صفحہ 3)

پاکستان نے بھارت کے ساتھ حالیہ مذاکرات بغیر کسی اتفاق کے ختم ہونے کے بعد عالمی بینک سے کہا ہے کہ وہ دونوں ممالک کے درمیان تنازع کے حل کے لیے ثالثی عدالت قائم کرے۔ پاکستانی حکام کے مطابق دونوں ممالک تنازع کے حل کے لیے طریقہ کار کے انتخاب پر جاری تعطل کو ختم کرنے میں ناکام ہوگئے ہیں۔ بھارت نے ناصرف سندھ طاس معاہدے میں پاکستان کی تجویز کردہ ترامیم کو مسترد کردیا ہے بلکہ عالمی بینک کی جانب سے تنازع کے حل کے لیے پیش کی جانے والی تجاویز کو بھی مسترد کردیا ہے۔
(ڈان، 17 ستمبر، صفحہ 1)

مقبوضہ کشمیر میں دریائے جہلم و چناب پر بھارت کی جانب سے زیرتعمیر دو پن بجلی منصوبوں پر دونوں ممالک کے درمیان پائے جانے والے تنازع کے حل کے لیے عالمی بینک کی ثالثی میں 14 اور 15 ستمبر کو مذکرات ہوئے۔ 31 جولائی اور یکم اگست کو ہونے والے مذاکرات کے پہلے مرحلے کی طرح اس بار بھی دونوں فریق اتفاق قائم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اس سے قبل مارچ میں اسلام آباد میں ہونے والے سندھ طاس کمیشن کے اجلاس میں تعطل پیدا ہونے کے بعد پاکستان نے عالمی بینک سے ثالثی کے لیے رجوع کیا تھا۔ پاکستان نے عالمی بینک سے ثالثی عدالت قائم کرنے کی درخواست کی ہے جبکہ بھارت نے غیر جانبدار ماہرین کی تعیناتی کی تجویز دی ہے۔ پاکستان کا موقف ہے کہ دونوں ڈیموں کا نقشہ سندھ طاس معاہدہ کی خلاف ورزی ہے۔ سندھ طاس معاہدہ بین الاقوامی سطح پر کامیاب ترین معاہدہ ہے جو پاکستان و بھارت کے تعلقات میں متعدد نشیب فراز آنے کے باوجود قائم ہے تاہم اب یہ سلسلہ رک سکتا ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پاکستان نے اس تنازع پر مکمل طور پر اپنا موقف وقت پر تیار کیا لیکن بالائی علاقے میں واقع ہونے کی وجہ سے بھارت سندھ طاس معاہدے کے تکنیکی پہلوں کا سہارا لیکر تنازع حل کرنے کے عمل کو غیر معینہ مدت تک کے لیے معطل کرسکتا ہے۔ (اداریہ، بزنس ریکارڈر، 4 اکتوبر، صفحہ 22)

نیولبرل پالیسی

سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے قومی غذائی تحفظ وتحقیق کے چیئرمین سید مظفر حسین شاہ نے عمرکوٹ میں سرکاری ترقیاتی پروگرام (PSDP) کے تحت تھرپارکر کے کسانوں کے لیے مویشیوں کی نئی نسلیں متعارف کروانے اور پودوں، درختوں، جڑی بوٹیوں، سبزیوں، پھلوں کی مزید اقسام متعارف کروانے کے لیے پانچ بلین روپے کے ایک منصوبے کا آغاز کیا ہے۔ اس منصوبے کے تحت ایرڈ زون ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (AZRI) عمرکوٹ کو مستحکم بنایا جائے گا تاکہ ادارہ مویشیوں کی نئی نسلوں اور پودوں کی نئی اقسام کی پیداوار اور تعارف کرواسکے۔ ڈائریکٹر AZRI (ازری) ڈاکٹر عطااللہ پٹھان کے مطابق تھرپارکر اور عمرکوٹ کے بارانی علاقوں میں 100,000 درخت لگائے جائیں گے۔ 10 لیباٹریاں، جدید کتب خانہ، درختوں کی پنیری کے لیے شیشہ گھر (گلاس ہاؤس) اور سات شمسی توانائی سے چلنے والے ٹیوب ویل قائم کیے جائیں گی۔ اس کے علاوہ عمرکوٹ میں اونٹوں کی بیماریوں پر تحقیق اور علاج بھی شروع کیا جارہا ہے۔ (ڈان، 10 اکتوبر، صفحہ 19)

ایک مضمون کے مطابق اٹھارویں ترمیم کے بعد صوبہ سندھ پہلا صوبہ ہوگا جو زرعی پالیسی تشکیل دینے جارہا ہے۔ سندھ ایگری کلچرل گروتھ پرجیکٹ (SAGP) کے رابطہ کار ڈاکٹر فتح مری نے کہا ہے کہ پالیسی کا ابتدائی مسودہ تیار کرلیا گیا ہے جبکہ حتمی مسودہ 15 اکتوبر تک مکمل کرلیا جائیگا۔ پالیسی کی نمایاں خصوصیات پر بات کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ اہم مقاصد میں زرعی شعبے میں چار سے پانچ فیصد شرح نمو کا حصول، دیہی غربت میں نصف حد تک کمی، قدرتی وسائل کا موثر و پائیدار استعمال، کیمیائی کھاد کے اضافی استعمال سے ماحول پر مرتب ہونے والے منفی اثرات کو کم کرنا اور موسمی تبدیلی سے تحفظ شامل ہے۔ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے حکومت زراعت، ماہی گیری، مال مویشی اور غیر کاشتکاری سرگرمیوں کے لیے قرضوں کی فراہمی میں اضافہ کیا جائے گا۔ حکومت قیمت پر اختیار (کنٹرول) اور امدادی قیمت ختم کرے گی اور (منڈی میں) مسابقت کو فروغ دے گی۔ پالیسی میں بیج، کھاد، جراثیم کش ادویات، چارہ اور ادویات کے معیار و لیبل، ضوابط کی نگرانی اور قانون سازی کو بہتر کرنے کے لیے خصوصی توجہ دی جائے گی۔ مسودے

کے مطابق حکومت نجی سرکاری شراکتداری کے لیے نرم قوانین بنائے گی اور ملکی و غیر ملکی سرمایہ کاروں کو دیہی علاقوں میں مالی مراعات کے ذریعے سرمایہ کاری پر راغب کرے گی۔ (حفیظ تنیو، دی ایکسپریس ٹریبیون، 10 اکتوبر، صفحہ 13)

- ڈی ریگولیشن

ایک مضمون کے مطابق پنجاب حکومت دیہی زرعی معیشت پر سرکاری اختیار کے خاتمے (ڈی ریگولیشن) کے منصوبے پر عالمی بینک کے ساتھ مذاکرات کررہی ہے۔ صوبائی حکومت نے زراعت کے لیے منڈی کے استحکام اور دیہی اصلاحات پر مبنی منصوبہ SMART (اسمارٹ) کے لیے بینک سے تعاون فراہم کرنے کی درخواست کی ہے۔ زرعی معیشت میں ڈی ریگولیشن اور زرتلافی میں کمی کے ذریعے (بچ جانے والے رقم سے) سرکاری منصوبوں کے لیے بجٹ میں مختص رقم میں اضافہ کرنا ہے۔ بجٹ میں اضافہ آبپاشی ڈھانچے کی مرمت و بحالی، زرعی بیمہ، زرعی خدمات کی فراہمی میں اضافے اور تحقیق کے شعبے میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس منصوبے کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ گندم کی منڈی سے سرکاری مداخلت کو مرحلہ وار ختم کیا جائے یعنی گندم کی خریداری مرحلہ وار کم کرکے گندم کے سرکاری ذخائر میں کمی کی جائے۔ حکومت اس حوالے سے پنجاب ایگری کلچرل مارکیٹنگ ریگولیٹری اتھارٹی ایکٹ کا اعلامیہ (نوٹیفیکیشن) جاری کرے گی جو زرعی کاروبار (ایگری کلچرل مارکیٹنگ) میں بڑے پیمانے پر نجی شراکت کی اجازت دیتا ہے۔ (امین احمد، ڈان، 27 نومبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

تحقیق

وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن نے کہا ہے کہ حکومت کی برآمدات میں اضافے کے لیے چاول کی فی ایکڑ پیداوار میں اضافے پر توجہ مرکوز ہے۔ چاول کی ہائبرڈ ٹیکنالوجی کے تربیتی پروگرام کے موقع پر بات کرتے ہوئے وفاقی وزیر کا کہنا تھا کہ چاول کی اقسام میں بہتری کے لیے یہ

ضروری ہے کہ اچھے معیار کے بیج موجود ہوں جو پیداوار میں اضافہ کرتے ہیں۔ پاکستان زرعی تحقیق کے لیے نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی جاری رکھے گا۔ چاول کے حوالے سے تربیتی منصوبہ پر پاکستان اور چین مشترکہ طور پر ہائبرڈ چاول متعارف کرکے پیداوار، آمدنی اور برآمدات میں اضافے کے لیے آگاہی منصوبے پر کام کررہے ہیں۔ دونوں ممالک نے ملک کے چاروں صوبوں میں سیمینار منعقد کیے ہیں جن کا مقصد پاکستان کی ہائبرڈ بیج کے لیے درست ضروریات کا اندازہ لگانا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 اکتوبر، صفحہ 11)

ایک مضمون کے مطابق پاکستان نے حال ہی میں ملک کے چاروں مختلف ماحولیاتی علاقوں کے لیے ہائبرڈ چاول کی اقسام تیار کرنے اور انہیں متعارف کروانے کے لیے چین سے تکنیکی مدد طلب کی تھی تاکہ چاول کی گرتی ہوئی پیداوار کو روکا جاسکے۔ چین کی جانب سے اس درخواست کا فوری جواب آیا اور چینی سائنسدانوں کی ٹیم ایک ماہ کے دورے پر پاکستان پہنچ گئی۔ چینی سائنسدانوں نے ملک میں چاول کی پیداوار کے اہم علاقوں سوات، مانسہرہ، کالا شاہ کاکو، ساہیوال، ملتان، رحیم یار خان، لاڑکانہ، سکھر، حیدرآباد اور بلوچستان میں جعفرآباد، جھل مگسی اور نصیرآباد کا دورہ کیا۔ پارک کے ماہرین پاکستان اور چین کے درمیان اس تعاون کے نتیجے میں ہائبرڈ چاول کے شعبے میں انقلاب کی توقع کررہے ہیں۔ چیئرمین پارک ڈاکٹر یوسف ظفر کا کہنا ہے کہ چاول کی نئی اقسام سے ناصرف پیداوار میں اضافہ ہوگا بلکہ انہیں توقع ہے کہ اس سے کسانوں کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوگا۔ یہ تجویز دی گئی ہے کہ پاکستان کم ازکم چار سے پانچ سال تک چین سے ہائبرڈ چاول کے لیے تکنیکی مدد حاصل کرے۔ (امین احمد، ڈان، 30 اکتوبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

IX۔ ماحول

زمین

- فضلہ

سندھ اینگرو کول مائننگ کمپنی کوئلے کی کانکنی کے انتہائی اہم مرحلے میں داخل ہوگئی ہے۔ تھر میں زیر زمین

پانی نکال کر پہلا ذخیرہ کرلیا گیا ہے۔ ایسے تین ذخائر متوقع ہیں جن میں دو ابھی باقی ہیں۔ اب تک سندھ اینگرو کا اس پانی کو گرانوں گاؤں میں بنائے گئے آبی ذخیرے میں خارج کرنے کا منصوبہ ہے جس کی مقامی آبادی کی جانب سے سخت مخالفت کی جارہی ہے۔ مقامی آبادی کا موقف ہے کہ اس آبی ذخیرے سے علاقے کا ماحولیاتی نظام تباہ ہوجائے گا۔ آبی ذخائر کی تعمیر کے حوالے سے تنازع کئی ماہ سے سندھ ہائی کورٹ میں ہے۔ (ڈان، 5 ستمبر، صفحہ 9)

- جنگلات

دیر، خیبرپختونخوا کے علاقے باغ طورمنگ گاؤں کے رہائشیوں نے شکایت کی ہے کہ اجداری باغ کے جنگل میں دہائیوں پرانے صنوبر کے درخت بے رحمانہ طریقہ سے کاٹے جارہے ہیں۔ مقامی آبادی کے زیر ملکیت جنگلات سے اب تک 300 سے زیادہ صنوبر اور دیگر اقسام کے درخت کاٹے جاچکے ہیں۔ درختوں کی غیر قانونی کٹائی میں کچھ بااثر افراد شامل ہیں۔ محکمہ جنگلات کے افسر اور دیگر متعلقہ افسران کو درختوں کی غیرقانونی کٹائی سے آگاہ کیا گیا ہے لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ مقامی افراد کا کہنا ہے کہ ایک طرف تو خیبر پختونخواہ حکومت شجر کاری مہم پر اربوں روپے خرچ کررہی ہے لیکن دوسری طرف پہلے سے موجود جنگلات کوختم کیا جارہا ہے۔ (ڈان، 11 ستمبر، صفحہ 7)

سیکریٹری محکمہ جنگلات و جنگلی حیات کی جانب سے سپریم کورٹ مین جمع کرائی گئی رپورٹ (Fading forest of Sindh) کے مطابق 1971 سے اب تک سندھ میں جنگلات کے رقبے میں 80 فیصد کمی ہوئی ہے۔ صوبے میں جنگلات 100,000 ایکڑ رقبے تک محدود ہوگئے ہیں جو سندھ کے کل رقبے کا 0.3 فیصد ہے۔ رپورٹ میں محکمہ جنگلات کو درپیش سب سے بڑا مسئلہ جنگلات کی زمین پر غیرقانونی قبضے کوقرار دیا گیا ہے۔ اندازے کے مطابق اس وقت 145,245 ایکڑ جنگلات کی زمین غیرقانونی قبضے میں ہے اور قبضے کا یہ رجحان دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔ رپورٹ میں حکومتی اداروں کی بے ضابطگیوں کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ محکمہ ریونیو غیر قانونی طور پر محکمہ جنگلات کی زمین منتقل کررہا ہے۔ پرانے اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ سندھ میں 1970 کی دہائی میں 489,000 ایکڑ رقبے پر جنگلات قائم تھے۔ (ڈان، 29 نومبر، صفحہ 17)

ماہرین نباتات و ماحولیات کی جانب سے کونو کارپس (Conocarpus) کے درخت کو کراچی کی آب و ہوا کے لیے انتہائی نقصاندہ قرار دیے جانے کے باوجود بھی محکمہ جنگلات سندھ کی جانب سے اس درخت کی شجر کاری اور فروخت جاری ہے۔ بدقسمتی سے مناسب جانچ کے بغیر لگائے جانے والے متعدد درختوں کے نقصاندہ اثرات شہر کے ہر کونے اور چوک پر لگانے کے بعد سامنے آتے ہیں۔ چند دہائی قبل درختوں کی ایک قسم یوکلپٹس (eucalyptus) بھی بڑی تعداد میں کراچی میں لگائی گئی تھی۔ بعد میں یہ انکشاف ہوا کہ اس درخت کی جڑیں گہری ہونے کی وجہ سے مقامی درختوں کی اقسام کے مقابلے میں تیزی سے زیر زمین پانی کھینچتی ہیں اور جڑیں لمبی ہونے کی وجہ سے سڑکوں کو نقصان پہنچانے کا باعث بھی بن رہی ہیں۔ اس کے بعد شہر میں کئی یوکلپٹس کے درخت کاٹ دیے گئے اور 2008 میں متعارف کرائے گئے کونوکارپس کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ ماحولیاتی وطبی جائزے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ کونوکارپس سانس کی بیماری کا باعث بن رہا ہے اور شہر میں اس درخت کی تعداد کم کرنے کی تجویز بھی دی گئی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 30 دسمبر، صفحہ 14)

مینگروز:

سندھ کے ساحلی علاقوں میں مینگروز عدم توجہ، کٹائی اور تازہ پانی کے بہاؤ میں کمی کی وجہ سے خطرے سے دوچار ہیں۔ پاکستان کی ساحلی پٹی تقریباً 1,000 کلومیٹر طویل ہے جس میں سے 350 کلومیٹر سندھ میں واقع ہے۔ مینگروز کے جنگلات مچھلیوں کو خوراک فراہم کرتے ہیں۔ سندھ میں شکار کی جانے والی تقریباً 90 فیصد سمندری خوراک مینگروز سے ہی اپنا چارہ حاصل کرتی ہے۔ پائیدار ماہی گیری کے لیے مینگروز کے

ان جنگلات کی بقاء انتہائی اہم ہے۔ ایک ہیکٹر پر قائم مینگروز کے صحت مند جنگلات سالانہ 100 کلوگرام مچھلی، 25 کلوگرام جھینگا اور 15 کلوگرام تک کیکڑے کا گوشت فراہم کرسکتے ہیں۔ مینگروز ماحول کو بھی تحفظ دیتے ہیں۔ مینگروز دیگر درختوں کے مقابلے 18 فیصد زیادہ کاربن جذب کرتے ہیں۔ سمندری طوفان، سیلاب اور زمینی کٹاؤ سے تحفظ میں مددگار ہوتے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 7 ستمبر، صفحہ 15)

ایک عالمی جریدے (یورپین اکیڈمک ریسرچ جرنل) میں مینگروز پر عالمی حدت کے اثرات پر شائع ہونے والے مقالے میں کہا گیا ہے کہ کچھ دہائیوں پہلے انڈس ڈیلٹا میں 250,000 ہیکٹر پر مینگروز کے جنگلات دنیا میں پانچویں نمبر پر تھے جو کم ہوکر 98,014 ہیکٹر ہوگئے ہیں اور اب ان کا شمار دنیا میں 15 ویں نمبر پر ہوتا ہے۔ مینگروز کے جنگلات میں کمی کی یہ شرح دو سے تین فیصد سالانہ ہے۔ دریائے سندھ کے ڈیلٹا میں واقع مینگروز کے جنگلات پورے خطے میں سب سے زیادہ خطرے کا شکار ہے۔ زرعی و دیگر تجارتی مقاصد کے لیے بڑے ڈیموں کی تعمیر اور دریائے سندھ کے بہاؤ میں کمی کے اثرات مینگروز میں تیزی سے کمی کا باعث ہیں۔ پاکستان میں مینگروز کی آٹھ اقسام میں سے صرف چار اقسام باقی بچی ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق 2009 اور 2013 میں بلترتیب 0.54 اور 0.74 ملین مینگروز کے پودے کیٹی بندر کے علاقے میں لگائے گئے تھے۔ تاہم مینگروز کے جنگلات میں کوئی واضح اضافہ نہیں ہوا۔ (فائزہ الیاس، ڈان، 1 اکتوبر، صفحہ 17)

- جنگلی حیات

محکمہ جنگلی حیات سندھ نے کچھوے کے گوشت پر مشتمل کھیپ ضبط کرلی ہے جسے پاکستان پوسٹل سروس کے ذریعے ہانگ کانگ بھیجا جانا تھا۔ محکمہ انسداد منشیات (ANF) نے تقریباً 16 کلوگرام گوشت پر مشتمل کھیپ پر شبہ ظاہر کرتے ہوئے محکمہ جنگلی حیات کے حکام کو طلب کیا جنہوں نے اسے تازہ پانی کے کچھوے کے گوشت کے طور پر شناخت کیا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 ستمبر، صفحہ 13)

محکمہ جنگلی حیات گلگت بلتستان نے ٹرافی ہنٹنگ پروگرام 18-2017 کے تحت قلیل تعداد میں پائے جانے والے 113 اقسام کے جانوروں کے شکار کی اجازت دیدی ہے۔ سب سے زیادہ بولی استور مارخور کے شکار کے اجازت نامہ کے لیے 100,000 ڈالر لگائی گئی جو اب تک حاصل ہونے والی سب سے بڑی رقم ہے۔ بولی میں ملکی اور غیرملکی شکاریوں نے حصہ لیا۔ جنگلی حیات کے تحفظ سے وابستہ پاسو ویلج کے محمد کریم کا کہنا ہے کہ شکاری محکمہ جنگلی حیات سے اجازت نامہ تو حاصل کرتے ہیں لیکن ہمیشہ شکار کے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اس خطے میں بڑے پیمانے پر غیرقانونی شکار کیا جاتا ہے۔ گزشتہ سال مادہ مارکو پولو بھیڑ کا شکار کیا گیا تھا جس کی قوانین کے مطابق اجازت نہیں ہے۔ (ڈان، 23 ستمبر، صفحہ 3)

تلور:

پاک افغان سرحد کے قریب ضلع نوشکی، بلوچستان میں آٹھ افراد بشمول چار عرب باشندے اور ایک ضلعی کونسل کے افسر کو تلور کے غیر قانونی شکار میں ملوث ہونے پر گرفتار کرلیا گیا ہے۔ حکام کے مطابق سرحدی علاقے عمر شاہ میں قائم چوکی پر تعینات سرحدی محافظوں نے افغان سرحد کی طرف جانے والے گاڑیوں کے قافلے کو روکا۔ گاڑیوں کا قافلہ نہ رکنے کی صورت میں سرحدی محافظوں نے گولی باری کی جس کے بعد تمام لوگوں کو حراست میں لے کر نوشکی منتقل کردیا گیا۔ تمام افراد تلور کے شکار کے لیے جارہے تھے جن کے پاس شکار کا اجازت نامہ نہیں تھا۔ گرفتار تین قطری اور ایک اومانی باشندے کو مزید تفتیش کے لیے کوئٹہ منتقل کردیا گیا ہے۔ (ڈان، 3 دسمبر، صفحہ 5)

بلوچستان کابینہ نے وزارت خارجہ کو عرب شہریوں اور دیگر افراد کو شکار کے اجازت نامے جاری کرنے سے روک دیا ہے اور فوری طور پر صوبے میں شکار پر پابندی عائد کردی ہے۔ کابینہ نے یہ پابندی جنگلی حیات کے قانون وائلڈ لائف ایکٹ 2014 اور دیگر متعلقہ قوانین کے تحت عائد کی ہے۔ کابینہ کے فیصلے میں کہا گیا ہے کہ آئین کی اٹھارویں ترمیم کے بعد صوبائی حکومت کے پاس شکار کا اجازت نامہ جاری کرنے کا

اختیار ہے جبکہ وزارت خارجہ کو اجرا سے روک دیا گیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 دسمبر، صفحہ 2)

وفاقی حکومت نے شاہ بحرین شیخ حماد بن عیسیٰ اور ان کے پانچ ساتھیوں کو معدومیت کے خطرے سے دوچار تلور کے شکار کے خصوصی اجازت نامے جاری کیے ہیں۔ عالمی سطح پر تلور کی آبادی کم ہونے کی وجہ سے اس پرندے کو ناصرف عالمی قوانین کے تحت تحفظ حاصل ہے بلکہ اس کا شکار ملکی اور مقامی جنگلی حیات کے قوانین کے تحت مقامی افراد کے لیے ممنوع ہے۔ اس کے باوجود وفاقی حکومت ہر سال خلیجی حکمرانوں کو شکار کے خصوصی اجازت نامے جاری کرتی ہے۔ (ڈان، 23 دسمبر، صفحہ 3)

گدھ:

مردار جانوروں کو کھا کر ماحول کو صاف رکھنے کا باعث سمجھے جانے والے گدھ پاکستان سے تقریباً معدوم ہوچکے ہیں۔ صنعتی ادویات سے افزائش نشو ونما پانے والے مویشیوں کے مردار جسم کھانے کے نتیجے میں 1990 سے اب تک گدھوں کی 95 فیصد سے زیادہ آبادی ختم ہوگئی ہے۔ گدھوں کی کم ہوتی آبادی کی بنیادی وجہ مویشیوں میں درد کش اور جراثیم کش ادویات کا استعمال ہے۔ پاکستان میں گدھ کی آٹھ اقسام پائی جاتی ہیں اور تھرپارکر کا علاقہ نگرپارکر (کارونجھر) پاکستان میں گدھوں کی افزائش نسل کا مقام ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 دسمبر، صفحہ 15)

پانی

WWF-P (ڈبلیو ڈبلیو ایف - پی) کی جانب سے ساحل پر صفائی مہم کے آغاز پر شرکاء کو فراہم کی گئی معلومات میں کہا گیا ہے کہ ماحولیاتی آلودگی پاکستان میں سمندری حیات کے لیے ایک شدید خطرے کے طور پر سامنے آئی ہے جو سمندری کچھوؤں، پرندوں اور دیگر آبی حیات کو بری طرح متاثر کررہی ہے۔ کراچی کا ایک تہائی ٹھوس فضلہ (تقریباً 12,000 سے 14,000 ٹن) ندی نالوں کے ذریعے بحیرہ عرب

میں جا گرتا ہے جبکہ پورے شہر کا گھریلو وصنعتی آبی فضلہ بھی صاف کیے بغیر سمندر میں ڈالا جارہا ہے جس کے نتیجے میں تیزی سے سمندری حیات ختم ہورہی ہے۔ اس مہم میں سرکاری اور نجی اسکولوں کے 400 سے زیادہ طالبعلموں نے شرکت کی۔ (دی نیوز، 24 ستمبر، صفحہ 19)

ایک غیر سرکاری تنظیم کی جانب سے مزاکرے کا اہتمام کیا گیا جس کا مقصد دریائے سندھ کو زندہ قانونی حیثیت دینے کی تجویز پر غور کرنا تھا جیسے کہ بھارت میں اس سال عدالتی فیصلے کے ذریعے دریائے گنگا، جمنا اور اس سے ملحق دریاؤں کو زندہ حیثیت دی گئی ہے۔ ان دریاؤں کو انسانوں جیسے حقوق کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔ شرکاء کا کہنا تھا کہ صدیوں سے دریائے سندھ پر لاکھوں زندگیوں کا انحصار ہے جسے ایسے ہی (دریائے گنگا اور جمنا جیسے) حقوق ملنے چاہیے۔ ہمیں ان مثالوں سے سیکھنا چاہیے۔ دریائے سندھ کو انسانوں جیسے حقوق دینے سے اس عظیم دریا کو بحال کرنے میں مدد ملے گی جو اس وقت سکڑ کر ایک جھیل بن چکا ہے۔ (ڈان، 28 ستمبر، صفحہ 19)

- آلودگی

سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے سائنس وٹیکنالوجی کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ حکومت کی جانب سے پینے کے پانی میں سنکھیا کی قابل قبول مقرر کردہ حد بہت زیاہ ہے۔ PCRWR (پی سی آر ڈبلیو آر) کے چیئرمین ڈاکٹر محمد اشرف نے کمیٹی کو آگاہ کیا ہے کہ عالمی سطح پر پانی میں سنکھیا کی قابل قبول حد 10 زرات فی ملین (ppm) مقرر ہے جبکہ پاکستان میں یہ حد 50 پی پی ایم ہے۔ چیئرمین پی سی آر ڈبلیو آر نے وضاحت پیش کی کہ ہمالیہ کے علاقہ میں سنکھیا کی مقدار زیادہ ہونے کی وجہ سے بنگلہ دیش، بھارت اور چین جیسے مما لک میں بھی یہ حد 50 پی پی ایم ہے۔ (ڈان، 9 ستمبر، صفحہ 4)

منچھر جھیل سے متصل دیہات کے ماہی گیروں اور ماحولیاتی کارکنان نے ماحولیات کے لیے سرگرم

بین الاقوامی تنظیموں اور وفاقی وصوبائی حکومت سے درخواست کی ہے جھیل کو آلودگی سے بچانے اور کشتیوں میں رہنے والی ماہی گیر آبادی کے تحفظ کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ ایک غیر سرکاری تنظیم کے نائب صدر مصطفیٰ میرانی کا کہنا ہے کہ منچھر جھیل میں کشتیوں میں آبادی کی روایت ختم ہورہی ہے۔ 3,000 سے 3,500 چھوٹی بڑی کشتیاں ٹوٹ چکی ہیں جن کی مرمت کے لیے ماہی گیروں کے پاس رقم نہیں ہے۔ منچھر جھیل کے گہرے پانی میں تقریباً 10,000 خاندان آباد تھے، پچھلے چار مہینوں میں اپنی کشتیاں ٹوٹنے کے بعد 7,000 خاندانوں نے محفوظ مقامات کی طرف نقل مکانی کی ہے۔ جیسے جیسے منچھر جھیل میں آلودگی بڑھ رہی ہے ماہی گیروں کی نقل مکانی میں اضافہ ہورہا ہے۔ ماہی گیر مچھلی کے شکار پر انحصار کرتے ہیں لیکن جھیل میں آلودگی بڑھ جانے سے کم از کم 24 اقسام کی مچھلیاں ناپید ہوگئی ہیں۔ مقامی رہائشی محمد سومر ملاح کے مطابق مین نارا وادی کا آلودہ پانی منچھر جھیل میں ڈالا جارہا ہے اور متعلقہ محکمے کی جانب سے بھاری رقم مختص کرنے کے باوجود جھیل میں آلودہ پانی کا اخراج روکا نہیں جاسکا ہے۔ (ڈان، 26 اگست، صفحہ 19)

وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ کی سربراہی میں ہونے والے ایک اجلاس میں سندھ کے نو اضلاع میں صنعتی فضلے کو صاف کرنے والے 28 کارخانے نصب کرنے کی منظوری دے دی گئی ہے۔ اجلاس کے دوران منصوبہ بندی وترقی بورڈ کے چیئرمین محمد وسیم نے بتایا کہ سندھ کے 21 اضلاع، جن میں کراچی شامل نہیں ہے، میں یومیہ ہسپتالوں، صنعتوں اور شہری علاقوں سے 100.45 ملین گیلن آبی فضلہ خارج ہوتا ہے جو 755 مقامات سے صاف آبی وسائل میں شامل ہوجاتا ہے۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ صنعتی فضلہ صاف کرنے والے یہ 28 کارخانے سکھر، کوٹری، حیدرآباد، نوابشاہ، ٹھٹھہ، سجاول، جامشورو اور دیگر مقامات پر نصب کیے جائیں گے جس پر 9.61 بلین روپے لاگت آئے گی۔ حیدرآباد اور گھوٹکی کے کارخانے اس لاگت میں شامل نہیں ہیں کیونکہ دونوں کارخانوں کے منصوبے سالانہ ترقیاتی منصوبے میں پہلے ہی منظور کیے جاچکے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 31 دسمبر، صفحہ 14)

- آبی حیات

قدرتی ماحول کے تحفظ کا عالمی ادارہ انٹرنیشنل یونین فار کنزرویشن آف نیچر (IUCN) کی جانب سے سندھ اور بلوچستان کے علاقوں میں محکمہ جنگلی حیات سندھ (SWD) اشتراک سے کیے گئے سروے کے مطابق شدید غربت سندھ کی مقامی ماہی گیر آبادیوں کو تازہ پانی کے کچھوؤں کے غیر قانونی شکار اور ان کے اعضاء کی تجارت پر راغب کررہی ہے جو اب پاکستان بھر میں ایک منافع بخش کاروبار ہے۔صوبے میں ضلع ٹھٹھہ، سجاول، سانگھڑ، شہید بے نظیر آباد، بدین اور کراچی اس غیر قانونی تجارت کے مراکز ہیں۔ حالیہ سالوں میں کچھوؤں کی غیرقانونی تجارت میں واضح تیزی آئی ہے۔ اکثر نرم خول والے کچھوے شکار ہوتے ہیں جن کے اعضاء کی چین میں بہت طلب ہے۔ اگست 2014 میں 229 زندہ کچھوے پاکستان سے چین منتقل کیے گئے تھے جنہیں ضبط کرکے واپس پاکستان لاکر دریائے سندھ میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اسکے علاوہ 2015 میں کچھوؤں کے 4,242 خشک کیے گئے اعضاء بھی کراچی کے ہوائی اڈے پر ضبط کیے گئے تھے۔ (ڈان، 7 دسمبر، صفحہ 19)

فضاء

ایک مضمون کے مطابق حال ہی میں شائع ہونے والی لینسیٹ کمیشن (Lancet Commission) کی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ فضائی آلودگی دنیا میں بیماریوں اور قبل از وقت اموت کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ پاکستان میں سالانہ 300,000 قبل از وقت اموات (22 فیصد) کی وجہ فضائی آلودگی ہے۔ عالمی بینک کی 2014 کی تحقیق بھی ایسے ہی اشارے دے رہی ہے۔ فضائی آلودگی بالواسطہ یا بلاواسطہ سالانہ 22,600 اموات کا باعث بنتی ہے۔ پاکستان کے شہروں میں فضائی آلودگی کی سطح دنیا میں سب سے زیادہ آلودگی والے شہروں کے قریب قریب ہے جو انسانی صحت اور معیار زندگی کو بری طرح متاثر کررہی ہے۔ ان بدترین اثرات کے باوجود پالیسی سازوں کی جانب سے فضائی آلودگی کے معاملے کو روایتی طور پر نظرانداز کیا جاتا ہے۔قومی اور صوبائی اسمبلیوں نے فضائی آلودگی کو روکنے کے لیے کوئی واضح

قانون سازی بھی نہیں کی ہے جبکہ سیاسی جماعتوں کے منشور بھی اس حوالے سے خاموش ہیں۔ (علی توقیر شیخ، ڈان، 28 اکتوبر، صفحہ 8)

- آلودگی

ایک امریکی کمپنی لو ایمیشنز ریسورسس (Low Emissions Resources) کارپوریشن کے وفد نے وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ سے ملاقات میں سندھ میں کوئلہ بجلی گھروں سے خارج ہونے والے کاربن سے مختلف کیمیائی اجزا بنانے کی نئی ٹیکنالوجی فراہم کرنے کی پیشکش کی ہے۔ اس ٹیکنالوجی کے استعمال سے اخراج شدہ کاربن کو ذخیرہ کرکے اس سے مختلف کیمیائی اشیاء بنائی جاتی ہیں۔ وزیر اعلیٰ نے کہا ہے کہ کمپنی تھر میں کوئلے کی کانوں کا دورہ کرے اور اس ٹیکنالوجی کا عملی مظاہرہ کرکے تجزیاتی رپورٹوں کے ذریعے اپنی ٹیکنالوجی کو ثابت کرے۔ اگر تجربہ کامیاب ہوتا ہے تو سندھ حکومت کمپنی کے ساتھ آزمائشی منصوبے پر کام کرے گی۔ (ڈان، 18 اکتوبر، صفحہ 10)

لاہور سمیت پنجاب کے مختلف شہروں میں درجہ حرارت میں کمی اور آلودگی میں اضافہ کے باعث آلودہ دھند سے صورتحال مزید خراب ہورہی ہے۔ صورتحال کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے محکمہ داخلہ پنجاب نے فصلوں کی باقیات جلانے پر دفعہ 144 کے تحت پابندی عائد کردی ہے۔ محکمہ تحفظ ماحولیات کے حکام کے مطابق پابندی کی خلاف ورزی پر 114 مقدمے درج کیے گئے ہیں جبکہ 41 کسانوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ مقامی سطح پر فولاد ملوں، اینٹوں کے بھٹے سے ہونے والے اخراج اور سڑکوں و میٹرو ٹرین کی تعمیر سے اڑنے والی گرد سے صورتحال مزید خراب ہورہی ہے۔ (ڈان، 2 نومبر، صفحہ 4)

آلودگی، صحت و تحفظ

پنجاب فوڈ اتھارٹی (PFA) نے لاہور کے داخلی اور خارجی راستوں پر 200 دودھ کی گاڑیوں کی جانچ کے

دوران 1,396 لیٹر غیر معیاری دودھ کو تلف کردیا۔ 177 گاڑیوں میں ترسیل ہونے والا دودھ معیاری پایا گیا جبکہ 21 گاڑیوں میں غیر معیاری دودھ موجود تھا۔ دودھ فروخت کرنے والوں نے اس کی مقدار میں اضافے کی غرض سے پانی اور کیمیائی مواد شامل کیا تھا جسے موقع پر ہی ضائع کردیا گیا۔ (بزنس ریکارڈر، 12 ستمبر، صفحہ 13)

PFA (پی ایف اے) نے بچوں کے خشک دودھ کے ایک مخصوص برانڈ لیک ٹیلز (Lactails) کی فروخت پر مکمل پابندی عائد کردی ہے۔ لیباٹری رپورٹ میں دودھ میں سامونیلا (Salmonella) جراثیم پائے جانے کی تصدیق کے بعد پابندی عائد کی گئی ہے۔ اتھارٹی نے صوبے بھر میں ادویات بیچنے والی دکانوں اور منڈیوں سے اس دودھ کے تقریباً 2,000 ڈبے اٹھالیے ہیں اور دودھ کے تقسیم کار ادارے اور اس کے گودام کو بھی سر بمہر کردیا گیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 دسمبر، صفحہ 5)

ڈائریکٹر پی ایف اے نورالامین مینگل نے کہا ہے کہ اتھارٹی نے دالیں، مصالحہ جات، تیل سمیت دیگر خوردنی اشیاء کی کھلی فروخت پر مکمل پابندی عائد کرکے ڈبہ بند اور عمل کاری (پیکنگ اور پروسیسنگ) کی صنعت کے نئے راہیں کھول دی ہیں۔ ایوان صنعت و تجارت فیصل آباد (FCCI) کے ارکان سے خطاب کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ غیر معیاری اور ملاوٹ شدہ خوراک کی وجہ سے صوبے میں صحت کے حوالے سے مسائل کا سامنا رہتا ہے جس پر حکومت پنجاب کو سالانہ 300 بلین روپے کی خطیر رقم خرچ کرنا پڑتی ہے۔ جبکہ تقریباً اتنی ہی رقم عوام کی طرف سے علاج پر خرچ کی جارہی ہے۔ غیر معیاری خوراک کے استعمال سے نوجوان بھی دل کے امراض میں مبتلا ہورہے ہیں۔ 90 فیصد بیماریاں غیر معیاری خوراک کے استعمال سے ہوتی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 15 دسمبر، صفحہ 5)

مصنوعی طریقہ سے پھلوں و سبزیوں کو پکانے کے لیے کیمیائی اجزا کے عام استعمال سے عوام کی صحت پر

پڑنے والے اثرات پر ماہرین صحت نے توجہ دلائی ہے۔ پھلوں کے تاجروں کی انجمن کے صدر سید سراج آغا کے مطابق پھلوں کو پکانے کے لیے ایک غیر ملکی سفوف (پاؤڈر) متعارف کروایا گیا ہے۔ یہ سفوف ایسا ہے کہ اسے پتھروں کے بیچ رکھنے سے تین دن میں پتھر کا رنگ تبدیل ہوجاتا ہے۔ اس طرح یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ پھلوں پر اس سفوف کا کیا اثر ہوگا۔ پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (PIMS) کے وائس چانسلرڈاکٹر جاوید اکرم کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ جب بھی ہم قدرت میں دخل دینے کی کوشش کرتے ہیں ہمیں اس کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ دنیا قدرتی طریقہ زراعت اختیار کرنے کی کوششیں کررہی ہے اور پاکستان میں اب تک پھلوں کو پکانے کے لیے مصنوعی طریقہ اپنایا جارہا ہے جو نہ صرف ہڈیوں کو کمزور کرتا ہے بلکہ خون کی نالیوں میں خلیوں کو بھی متاثر کرتا ہے۔ (ڈان، 26 دسمبر، صفحہ 4)

X۔ موسمی تبدیلی

اقوام متحدہ کی موسمی تبدیلی پر ہونے والی کانفرنس (COP23) میں تقریر کرتے ہوئے وزیر موسمی تبدیلی مشاہداللہ کا کہنا تھا کہ پاکستان اپنے بجٹ کا آٹھ فیصد موسمی تبدیلی سے رونما ہونے والے مسائل پر خرچ کررہا ہے کیونکہ پاکستان کو سیلاب، گرمی کی لہر، طوفان، خشک سالی، سمندری سطح میں اضافے کا سامنا ہے جب کہ اس کا عالمی حدت میں اضافے میں کردار انتہائی معمولی ہے۔ ملک میں شعبہ توانائی ترجیحات میں شامل ہے اور متبادل توانائی پر کام جاری ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 نومبر، صفحہ 3)

ایک مضمون کے مطابق موسمی تبدیلی میں پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک کا کردار نہ ہونے کے برابر ہے۔ موسمی تبدیلی پر کام کرنیوالے ادارے جرمن واچ کا کہنا ہے کہ 1997 سے 2016 تک موسمی تبدیلی سے شدید متاثر ہونے والے 10 ممالک میں پاکستان ساتویں نمبر پر ہے جہاں موسمی تبدیلی کے نتیجے میں سالانہ اوسطاً 523.1 افراد جانبحق ہوجاتے ہیں۔ اسی عرصے کے دوران ملک کو 141 شدید موسمی آفات کے نتیجے میں 3.8 بلین ڈالر کا نقصان ہوا ہے۔ محکمہ موسمیات پاکستان کے مطابق 1960 سے 2010 کے

دوران پاکستان کے اوسط درجہ حرارت میں ہر دس سال میں 0.099 ڈگری سینٹی گریڈ کی شرح سے اضافہ ہوا ہے جس کے نتیجے میں 0.47 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت میں اضافہ ہوا ہے۔ (سید محمد ابوبکر، دی نیوز، 26 نومبر، صفحہ 29)

سبز معیشت

حکومت پاکستان ملک میں دستیاب قابل تجدید توانائی کے ذرائع بروئے کار لانے کے لیے سنجیدہ اقدامات کررہی ہے۔ متبادل توانائی کی ترقی کا ادارہ آلٹرنیٹو انرجی ڈیولپمنٹ بورڈ (AEDB) ملک میں متبادل و قابل تجدید توانائی کی ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے نجی سرمایہ کاروں کے ذریعے 2006 کی پالیسی کے تحت متبادل و قابل تجدید توانائی کے منصوبوں کو فروغ دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ بورڈ چینی کی ملوں کے ساتھ مشترکہ پیداوار کے تحت گنے کے پھوک سے بھی توانائی کی پیداوار کو فروغ دینے کے لیے کوشاں ہے۔ اس وقت مجموعی طور پر 788.5 میگاواٹ کے 15 ہوائی توانائی منصوبے فعال ہیں۔ جبکہ 445 میگاواٹ توانائی کے نو منصوبوں کے مالیاتی معاملات مکمل کرلیے گئے ہیں۔ اس ہی طرح شمسی توانائی کی پیداوار کے چار منصوبے فعال ہیں، ہر منصوبے کی پیداواری صلاحیت 100 میگاواٹ ہے جبکہ 30 میگاواٹ کے دو منصوبے زیر تعمیر ہیں۔ اسکے علاوہ پانچ چینی کی ملوں میں گنے کے پھوک سے توانائی کی پیداوار کے 160.1 میگاواٹ صلاحیت کے حامل دو منصوبے فعال ہیں اور مزید 1193.3 میگاواٹ کے 30 منصوبوں پر کام جاری ہے۔ دسمبر 2018 تک ملکی قابل تجدید توانائی کی پیداواری صلاحیت 2,626 میگاواٹ تک پہنچ جائیگی۔ (بزنس ریکارڈر، 8 اکتوبر، صفحہ 17)

- شمسی توانائی

وفاقی وزیر توانائی ڈویژن سردار اویس احمد خان لغاری کی زیر صدارت ہونے والے اجلاس میں وفاقی اور بلوچستان حکومت نے صوبے میں موجودہ ٹیوب ویلوں کو 30,000 شمسی توانائی سے چلنے والے ٹیوب ویلوں

سے تبدیل کرنے کے لیے اگلے ایک ماہ میں ابتدائی تجزیاتی رپورٹ (feasibility report) تیار کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ وفاقی حکومت بلوچستان میں 30,000 ٹیوب ویلوں پر سالانہ 23 بلین روپے زرتلافی ادا کررہی ہے جن کے شمسی توانائی پر منتقل ہونے سے قومی خزانے پر بوجھ کم ہوگا اور وفاقی حکومت کو توانائی پر زرتلافی دینے کی بھی ضرورت پیش نہیں آئیگی۔ اجلاس میں اتفاق کیا گیا کہ کوئٹہ الیکٹرک سپلائی کمپنی (QESCO) اس منصوبے کے لیے تکنیکی منصوبہ بندی کرے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 3 نومبر، صفحہ 10)

- ہوائی توانائی

ستمبر 2017 میں ملک میں مجموعی توانائی کی پیداوار میں ہوائی توانائی کا حصہ 0.46 فیصد سے بڑھ کر 1.23 فیصد ہوگیا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ ملک متبادل توانائی کے پیداواری ہدف کے حصول کے لیے درست سمت میں گامزن ہے۔ متبادل توانائی کی ترقی کا ادارہ AEDB (اے ای ڈی بی) کے مطابق 2006 میں اس وقت کی حکومت نے 2030 تک مجموعی توانائی کی پیداوار میں ہوائی توانائی کا حصہ پانچ فیصد تک لانے کا ہدف مقرر کیا تھا۔ سندھ میں گھارو اور جھمپیر میں 788.5 میگاواٹ کے 15 ہوائی توانائی منصوبے پیداواری مرحلے میں داخل ہوگئے ہیں۔ مزید 445 میگاواٹ کے پانچ منصوبوں کے مالی معاملات مکمل کرلیے گئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 18 نومبر، صفحہ 11)

XI۔ غربت اور غذائی کمی

غربت

ایک مضمون کے مطابق پاکستان گلوبل ہنگر انڈیکس میں 119 ترقی پزیر ممالک میں 106 نمبر پر ہے۔ پاکستان کو بھوک کے حوالے سے شدید مسائل کا سامنا ہے اور یہ صورتحال آنے والے سالوں میں مزید شدت اختیار کرسکتی ہے۔ کل آبادی کا پانچواں حصہ غذائی کمی کا شکار ہے اور سب سے زیادہ فکر انگیز اعداد و شمار یہ ہیں کہ 45 فیصد بچے غذائی کمی کی وجہ سے نشو ونما میں کمی کے شکار ہیں۔ 2011 سے 2016 کے

دوران کیے گئے سروے کے نتائج کے مطابق صوبہ سندھ شدید خشک سالی کا شکار ہے خصوصاً صحرائی علاقہ تھرپارکر جہاں تقریباً تمام آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ پیپلز پارٹی کی سینٹر شیریں رحمان کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ پائیدار ترقیاتی اہداف کے حصول کے لیے گزشتہ دو بجٹ میں 50 بلین روپے مختص کیے گئے۔ سال 2017-18 کے بجٹ میں مختص کیے گئے 30 بلین روپے ارکان اسمبلیوں کے دیہات کو بجلی اور گیس کی فراہمی جیسے منصوبوں پر خرچ کردیے گئے۔ شیری رحمان کا مزید کہنا تھا کہ یہ حقیقت تسلیم کرلیں کہ ترقیاتی اہداف کے حصول کے لیے مختص رقم حکمران جماعت کے ارکان قومی اسمبلی کے حلقوں میں ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ہورہی ہے۔ (شہباز رعنا، دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 اکتوبر، صفحہ 12)

میر خلیل الرحمان میموریل سوسائٹی اور پنجاب مائیکرو فنانس نیٹورک کی جانب سے غربت کے خاتمے کے حوالے سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے مقررین کا کہنا تھا کہ غربت میں اضافے کی وجہ مجموعی قومی پیداوار میں کمی اور عدم مساوات ہے۔ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ غربت کا خاتمہ کرے کیونکہ جب تک ملک سے غربت کا خاتمہ نہیں ہوتا ملک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوگا۔ پاکستان کی آبادی بڑھ رہی ہے اور غربت کی وجہ سے عوام سہولیات سے محروم ہیں۔ ڈپٹی گورنر اسٹیٹ بینک جمیل احمد کا اس موقع پر کہنا تھا کہ ملک میں عدم مساوات میں اضافہ ہورہا ہے اور اس مسئلے کو سماجی انصاف کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔ (دی نیوز، 22 اکتوبر، صفحہ 5)

- انکم سپورٹ پروگرام

بینظیر انکم سپورٹ پروگرام:

بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام (BISP) کی چیئرپرسن ماروی میمن نے وزیر اعلی بلوچستان نواب ثناء اللہ زہری سے ملاقات میں صوبے میں BISP (بی آئی ایس پی) کا دائرہ کار بڑھانے کے لیے بات چیت کی ہے۔ ماروی میمن نے وزیر اعلیٰ کو آگاہ کیا کہ پروگرام کا دائرہ کار صوبے کے 16 اضلاع کی 25 اضافی تحصیلوں

تک بڑھادیا گیا ہے جس سے 132,547 افراد مستفید ہونگے۔ انہوں نے مزید کہا کہ بی آئی ایس پی نے بلوچستان میں اپنے دفاتر کو توسیع دینے اور خالی اسامیوں کو پر کرنے کے لیے بھی صوبائی حکومت کو تجاویز جمع کرادی ہیں۔ ملاقات میں 2010 کے سروے کے حوالے سے تحفظات پر بھی بات ہوئی۔ ماروی میمن کا کہنا تھا کہ بلوچستان کے سروے سے رہ جانے والے اضلاع میں سروے کا آغاز اکتوبر میں شروع ہوگا۔ (ڈان، 19 ستمبر، صفحہ 5)

بی آئی ایس پی کا آغاز 2008 میں پیپلز پارٹی کی حکومت نے کیا جو پاکستان کا سب سے بڑا سماجی تحفظ کا منصوبہ ہے۔ حکام کے مطابق گزشتہ سال تقریباً 90 بلین روپے 5.4 ملین عورتوں میں تقسیم کیے گئے جن میں 1.6 ملین عورتیں صرف سندھ سے تعلق رکھتی ہیں۔ وزیر اعلیٰ سندھ کی مشیر برائے سماجی بہبود شمیم ممتاز کے مطابق وفاقی حکومت نے رقم کا اجراء روک دیا ہے جس میں صوبائی حکومت کا کوئی کردار نہیں ہے۔ پروگرام کے طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مقامی زکواۃ کونسل مستحق افراد کے نام تجویز کرتی ہے جنہیں رقم اسلام آباد سے جاری کی جاتی ہے۔ پیپلز پارٹی کے سینیٹر اعجاز دھامرا کا کہنا ہے کہ انہوں نے سینیٹ میں عورتوں کو رقم کی ادائیگی میں تاخیر اور مشکلات کا مسئلہ اٹھایا لیکن اس پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ جب بھی سندھ سے تعلق رکھنے والے افراد شکایت کرتے ہیں تو پروگرام کی چیئرمین ماروی میمن انہیں وزیر اعلیٰ سندھ کے پاس جانے کا مشورہ دیتی ہیں اور انہیں کہا جاتا ہے کہ وہ پیسے پیپلز پارٹی کی حکومت سے لیں جو ناانصافی ہے۔ خبر کے مطابق سندھ میں وظیفہ حاصل کرنے والی عورتوں کو متعلقہ دفاتر کے کئی چکر لگانے پڑتے ہیں لیکن رقم موصول نہیں ہوتی۔ افسران جھوٹے وعدے کرتے ہیں اور کئی ماہ تک وظیفہ بند کر دیا جاتا ہے جو انتہائی تکلیف دہ ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 24 اکتوبر، صفحہ 13)

وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی نے بی آئی ایس پی انتظامیہ کو ہدایت کی ہے کہ وہ ایک جامع تعلیمی (گریجویشن) پروگرام ترتیب دیں جس سے پروگرام سے وظیفہ حاصل کرنے والے خود روزگار حاصل

کرسکیں۔ وزیر اعظم کی زیر صدارت اجلاس میں چیئرمین بی آئی ایس پی ماروی میمن نے بتایا کہ وسیلہ تعلیم پروگرام کے ذریعے 1.8 ملین بچے فائدہ حاصل کرچکے ہیں۔ قومی سماجی اقتصادی سروے (NSER) کے تحت چار اضلاع میں کامیاب آزمائشی سروے اور 10 اضلاع میں گھر گھر سروے کے بعد فروری 2018 میں بقیہ اضلاع میں سروے کا آغاز کیا جائے گا جو مئی 2018 میں مکمل ہوگا۔ (بزنس ریکارڈر، 9 دسمبر، صفحہ 19)

- مائیکرو فنانس

وزیر اعلیٰ پنجاب کے خود روزگار منصوبے ''اخوت مائیکرو فنانس'' کے تحت زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں ہونے والی ایک تقریب میں 1,500 مستحق خاندانوں میں 50 ملین روپے کے بلاسود قرضے تقسیم کیے گئے ہیں۔ اس موقعے پر زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے وائس چانسلر ڈاکٹر محمد اقبال ظفر کا کہنا تھا کہ ملک میں ایک تہائی افراد خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں اور غربت کا خاتمہ تعلیم اور پیشہ ورانہ افرادی قوت سے کیا جاسکتا ہے۔ اخوت مائیکرو فنانس 2001 میں قائم کیا گیا تھا جس کا مقصد غریب افراد کو بلاسود قرضہ فراہم کرنا ہے تاکہ ان کا معیار زندگی بڑھایا جاسکے۔ اخوت مائیکرو فنانس کا بجٹ 52 بلین روپے تک بڑھ چکا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 23 دسمبر، صفحہ 9)

غذائی کمی

محکمہ خوراک پنجاب نے برطانوی امدادی ادارے ڈیپارٹمنٹ آف انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ (DFID) کے اشتراک سے عوام خصوصاً عورتوں اور بچوں میں غذائی صورتحال بہتر بنانے کے لیے خوراک میں مصنوعی طور پر غذائیت شامل کرنے کے منصوبے ''فوڈ فورٹیفیکیشن پروگرام'' کا آغاز کیا ہے۔ اس منصوبے پر حکومت، PFMA (پی ایف ایم اے)، پاکستان وناسپتی مینوفیکچررز ایسوسی ایشن (PVMA) اور پاکستان اسٹینڈرڈز اینڈ کوالٹی کنٹرول اتھارٹی (PSQCA) ہر سطح پر مل کر کام کریگی۔ اس پانچ سالہ منصوبے کے تحت ملک میں غذائیت اور غذائی کمی کے خاتمے کے لیے مقامی آٹا اور گھی ملوں میں اضافی غذائیت شامل کرنے کا عمل

شروع کیا جاچکا ہے۔ غذائیت کی کمی کے شکار افراد کی بحالی کے لیے خوردنی اشیاء میں وٹامن اور دیگر معدنیات کی قلیل مقدار کا شامل کیا جانا عالمی سطح پر منظور کردہ حکمت عملی ہے۔ (ڈان، 20 اکتوبر، صفحہ 2)

محکمہ صحت کے ضلعی افسر اور سول ہسپتال مٹھی کے سرجن نے بظاہر یہ پالیسی اپنا رکھی ہے کہ تھر کے ہسپتالوں میں مرنے والے بچوں اور حاملہ عورتوں سے متعلق معلومات ذرائع ابلاغ کو نہ دی جائیں۔ محکمے نے اس سے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے سندھ کے انسانی حقوق کے سرکاری ادارے سندھ ہیومن رائٹس کمیشن (SHRC) کو بھی اس طرح کی معلومات فراہم کرنے سے انکار کردیا ہے۔ SHRC (ایس ایچ آر سی) کے مقامی نمائندے کرشن شرما نے اس حوالے سے کہا ہے کہ کمیشن کی چیئرمین ریٹائرڈ جسٹس ماجدہ رضوری نے ہسپتال کے دورے کے دوران محکمہ صحت کے حکام کو ہدایت کی تھی کہ وہ بچوں کی اموات، حاملہ عورتوں، دیگر ہسپتالوں کو روانہ کیے گئے بیمار بچوں کی تفصیلات فراہم کریں تاکہ مسئلہ کو درست طریقے سے اٹھایا جاسکے۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایک طرف پورے تھرپارکر میں طبی سہولیات بے ضابطگیوں کا شکار ہیں اور ضلع میں تقریباً 200 طبی مراکز گزشتہ کئی سالوں سے ادویات سے محروم ہیں جبکہ دوسری طرف محکمہ صحت کے حکام سرکاری اداروں کو بھی معلومات فراہم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ حکام نے سپریم کورٹ کی جانب سے بچوں کی اموات پر ازخود نوٹس لیے جانے کے بعد ان معلومات کا تبادلہ روک دیا تھا۔ ہسپتال کے ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ تھر کے چھ ہسپتالوں میں گزشتہ دو دنوں میں کم از کم نو مزید بچے جاں بحق ہوئے ہیں جس کے بعد اس سال مرنے والے بچوں کی تعداد 317 ہوگئی ہے۔ (ڈان، 22 اکتوبر، صفحہ 19)

پاکستان نے یونائیٹڈ نیشن چلڈرن فنڈ (UNICEF) اور DFID (ڈفیڈ) کے اشتراک سے چھ سال کی تاخیر بعد قومی غذائی سروے کی تیاریاں کرلی ہیں۔ پہلی بار پانی کی جانچ کو بھی سروے میں شامل کیا جائے گا۔ سالانہ تقریباً 280,000 بچے غذائی کمی کی وجہ سے مرجاتے ہیں لیکن حکومت نے اس مسئلہ پر کوئی توجہ نہیں

دی اور 2011 کے اعداد و شمار پر ہی انحصار کررہی ہے۔ تاہم اس سال وزارت NHSRC (این ایچ ایس آرسی) اور UNICEF (یونیسیف) کی تکنیکی مدد اور ڈفیڈ کی نوملین ڈالر کی مالی مدد سے یہ سروے کرے گی۔عورتوں اور بچوں کے لیے یہ پہلا سروے ہوگا جوضلعی سطح پر کیا جائے گا جبکہ ماضی میں سروے صوبائی سطح پر کیا جاتا تھا۔سروے میں 114 اضلاع کے 130,000 گھرانوں سے عورتوں اور بچوں کے خون کے نمونے حاصل کیے جائیں گے۔ اس کے علاوہ ان کا قد، وزن اورعمر کی بھی پیمائش کی جائے گی اور ان گھروں سے پانی کے نمونے بھی حاصل کیے جائیں گے۔سروے کے نتائج 2018 کے آخر تک دستیاب ہونگے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 نومبر،صفحہ 2)

گلوبل نیوٹریشن رپورٹ 2017 کے مطابق پاکستان کی آدھی سے زیادہ آبادی غذائی کمی (مائیکرو نیوٹرینٹ ڈیفی شنسی) سے متاثر ہے۔ یہ حیرت انگیز امر ہے کہ پاکستان اب بھی سالانہ قومی بجٹ میں اس مسئلے کے حل کے لیے انتہائی معمولی رقم یعنی بجٹ کا صرف 3.7 فیصد حصہ غذائی کمی کے خاتمے کے لیےمختص کرتا ہے باوجود اس کے کہ 52 فیصد آبادی غذائی کمی سے متاثر ہے۔ اس کے برعکس بنگلہ دیش میں غذائی کمی دور کرنے کے لیےقومی بجٹ کا 8.2 فیصد جبکہ نیپال میں 13.1 فیصد حصہ مختص کیا جاتا ہے۔ ملک کی ترقی، مستقبل کومحفوظ بنانے اور غذائی تحفظ کے لیےمختص کردہ رقم میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 6 نومبر،صفحہ 4)

سول ہسپتال مٹھی، تھرپارکر میں مزید ایک بچے کی موت کے بعد اس سال غذائی کمی کی وجہ سے جاں بحق ہونے والے بچوں کی تعداد 488 ہوگئی ہے۔ ماہرین کے مطابق ان تمام اموات کی بنیادی وجہ غذائی کمی اورطبی سہولیات کا فقدان ہے۔حکومت کی جانب سے خشک سالی کے شکار علاقے میں خوراک کی ترسیل یقینی نہ بنائے جانے کی وجہ سے ماؤں میں ہونے والی غذائی کمی نومولود بچوں کی اموات کی وجہ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 19 نومبر،صفحہ 3)

سول ہسپتال مٹھی، تھرپارکر میں غذائی کمی کی وجہ سے گزشتہ دو دنوں میں مزید آٹھ بچے جاںبحق ہوگئے ہیں۔ ان بچوں کو ضلع کے مضافاتی دیہات سے سول ہسپتال لایا گیا تھا جہاں وہ دوران علاج دم توڑ گئے۔ بیمار بچوں کے والدین نے شکایت کی ہے کہ ان کے دیہات میں ہسپتال اور طبی مراکز میں ادویات دیگر سہولیات کا فقدان ہے۔ محکمہ صحت کے حکام کے مطابق صرف سول ہسپتال مٹھی میں ہی اس سال 370 بچے موت کا شکار ہوچکے ہیں۔ (ڈان، 4 دسمبر، صفحہ 17)

XII۔ قدرتی بحران

بارشیں / طوفان

کراچی میں سات بچوں اور ایک لڑکی سمیت 23 افراد بارش کے دوران بجلی کے جھٹکے لگنے اور دیگر واقعات میں ہلاک ہوگئے۔ شدید بارش سے ناصرف پروازوں کی آمد و رفت متاثر ہوئی بلکہ پیشگوئی کے باوجود کئی علاقوں میں سیلاب جیسی صورتحال پیدا ہوگئی۔ کراچی میں تقریباً 130 ملی میٹر بارش ریکارڈ کی گئی۔ (ڈان، 1 ستمبر، صفحہ 18)

لاہور میں شدید طوفان اور بارش سے چار افراد ہلاک اور کئی زخمی ہوگئے ہیں۔ 111 کلومیٹر فی گھنٹے کی رفتار سے چلنے والی طوفانی ہواؤں سے کئی درخت اور اشتہاری بورڈ اکھڑ گئے۔ محکمہ موسمیات کے مطاق لاہور میں ہوائی اڈے کے علاقے میں 31 ملی میٹر بارش ریکارڈ کی گئی ہے۔ (ڈان، 7 ستمبر، صفحہ 2)

خیبرپختونخوا اور فاٹا کے مختلف علاقوں میں بارشوں کی وجہ سے ہونے والے حادثات میں نو افراد ہلاک اور 22 زخمی ہوگئے ہیں۔ کوہاٹ، مہمند ایجنسی اور کرک میں بارشوں اور برفباری کا سلسلہ جاری ہے۔ (ڈان، 16 نومبر، صفحہ 7)

خیبر پختونخوا کے اضلاع ہری پور اور ٹانک میں دو دنوں سے ہونے والی بارشوں اور برفباری کی وجہ سے ہونے والے حادثات میں دو افراد ہلاک جبکہ دو زخمی ہوئے ہیں۔ محکمہ موسمیات ضلع اپر دیر کے مطابق علاقے میں گزشتہ 24 گھنٹوں میں 30 ملی میٹر بارش ریکارڈ کی گئی ہے۔ برفباری اور بارش کی وجہ سے مختلف علاقوں میں شاہراہیں بند ہوگئی ہیں۔ (ڈان، 13 دسمبر، صفحہ 7)

سیلاب

ایک جانچ رپورٹ کے مطابق 1947 سے لے کر اب تک آنے والی قدرتی آفات کی وجہ سے پاکستان کو 28.29 بلین ڈالر کا نقصان ہوا ہے جبکہ 112,464 افراد ان آفات میں ہلاک ہوئے ہیں۔ یہ رپورٹ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی جانب سے 26 اکتوبر، 2015 کے زلزلے کے بعد مرتب کی گئی تھی۔ پاکستان موسمی خطرات کے حوالے سے درجات (کلائمٹ رسک انڈیکس 2015) میں سب سے زیادہ متاثرہ مما لک میں چھٹے درجے پر ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 15 اکتوبر، صفحہ 3)

XIII۔ مزاحمت

مداخل

حکومت کی جانب سے کئی فصلوں پر زرتلافی واپس لینے کے خلاف احتجاج کے لیے لاہور جانے والے کسانوں کو پولیس نے رکاوٹیں کھڑی کرکے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ درجنوں بسوں اور کاروں پر بھاولنگر، ملتان، ساہیوال اور اوکاڑہ سے آنے والے پاکستان کسان اتحاد (PKI) کے کارکنان کو منگا منڈی میں پولیس کے محاصرے کا سامنا کرنا پڑا۔ کسان فصلوں پر زرتلافی بحال کرنے کے لیے اور رحیم یار خان سے شریف خاندان کی چینی کی ملیں دوبارہ ننکانہ صاحب، گوجرہ اور پاکپتن منتقل کرنے کے عدالتی حکم کے خلاف احتجاج کررہے تھے۔ (ڈان، 17 اکتوبر، صفحہ 2)

PKI (پی کے آئی) کے رہنما چوہدری انور نے پنجاب حکومت کو خبردار کیا ہے کہ اگر ان کے مطالبات پورے نہ کیے گئے تو کسان ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور میں دھرنا دینگے۔ کسان گنے کے بقایات کی ادائیگی، زرعی ٹیوب ویلوں پر واجب الادا بجلی کے بقایاجات معاف کرنے اور زرعی مداخل پر زرتلافی ادا کرنے کا مطالبہ کررہے ہیں۔ کسان اپنے مطالبات کے حق میں گزشتہ 48 گھنٹوں سے سڑکوں پر بیٹھے ہیں۔ چوہدری انور کا کہنا ہے کہ وزیر قانون رانا ثناء اللہ نے فون کرکے آگاہ کیا تھا کہ کسانوں رہنماؤں کے ساتھ جلد ایک اجلاس منعقد کیا جائے گا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 19 اکتوبر، صفحہ 5)

پیداوار

پشاور کے مختلف اضلاع سے گنے کے کاشتکاروں نے شوگر ملوں کی جانب سے گنے کی کرشنگ میں تاخیر کے خلاف احتجاج کیا۔ احتجاج چارسدہ روڈ پر قائم خزانہ شوگر مل کے باہر کیا گیا۔ احتجاجی مظاہرین نے شوگر ملوں اور صوبائی حکومت کے خلاف نعرے بازی کی۔ کسان مطالبہ کررہے تھے کہ حکومت ملوں کو کرشنگ شروع کرنے کی ہدایت کرے اور گنے کی قیمت 180 روپے فی من سے بڑھا کر 300 روپے فی من کی جائے۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے ایڈوکیٹ اسراراللہ کا کہنا تھا کہ مل مالکان صوبائی حکومت کی ملی بھگت گنے کی کرشنگ میں تاخیر کرکے ہزاروں کسانوں کا استحصال کررہے ہیں۔ گنے کی کرشنگ میں تاخیر سے کسان مالی اور ذہنی طور پر متاثر ہورہے ہیں۔ (ڈان، 22 نومبر، صفحہ 7)

سینکڑوں کسانوں اور قومی عوامی تحریک (QAT) کے کارکنوں نے گنے کی کرشنگ اور اس کی قیمت مقرر کرنے میں تاخیر کرنے اور پانی کی قلت کے خلاف میرپور خاص پریس کلب کے باہر احتجاجی مظاہرہ کیا اور دھرنا دیا۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ حکومت گنے کی کرشنگ کے فوری آغاز کو یقینی بنائے، گنے قیمت مقرر کرے اور ضلع میرپور خاص میں نہر کے آخری سرے کے کسانوں کو پانی فراہم کرے۔ (ڈان، 23 نومبر، صفحہ 19)

سیب کے دفتر میں تین بڑی کسان تنظیموں نے پریس کانفرنس میں اعلان کیا ہے کہ اگر حکومت نے 29 نومبر کو سندھ شوگر کین کنٹرول بورڈ کے اجلاس میں گنے کی قیمت مقرر نہیں کی تو چار دسمبر سے قومی شاہراہ پر دھرنا دیا جائے گا اور اس وقت تک احتجاج جاری رہے گا جب تک حکومت گنے کی قیمت 182 روپے فی من مقرر نہیں کردیتی۔ سندھ میں گنے کی کرشنگ ہمیشہ اکتوبر میں شروع ہوتی تھی لیکن جب سے چینی کی صنعت میں کچھ کمپنیاں آئی ہیں اب کرشنگ اکتوبر کے بجائے نومبر میں شروع کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ کسان تنظیموں نے مطالبہ کیا کہ کرشنگ اکتوبر میں شروع کی جائے تاکہ گندم کی فصل وقت پر کاشت کی جاسکے۔ (ڈان، 25 نومبر، صفحہ 19)

گنے کے کاشتکاروں نے کسان بورڈ فیصل آباد کی اپیل پر گنے کی کرشنگ کا سلسلہ شروع کرنے میں تاخیر کیخلاف فیصل آباد ڈویژن میں شوگرملوں کے سامنے احتجاجی مظاہرے کیے ہیں۔ اس حوالے سے جڑانوالہ میں بڑا احتجاجی مظاہرہ کیا گیا جہاں مظاہرین پنجاب حکومت اور مقامی انتظامیہ کی جانب سے کسانوں کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک کرنے پر انکے خلاف نعرہ لگارہے تھے۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ وزیر اعلیٰ فوری طور پر گنے کی کرشنگ شروع کرنے کا حکم دیں جو پنجاب میں ہر سال یکم نومبر کو شروع ہوتی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 28 نومبر، صفحہ 2)

گنے کے سینکڑوں کاشتکاروں نے ملتان روڈ اور پتوکی بائی پاس کے قریب ریل کی پٹڑی بند کرکے شوگر ملوں کیخلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ کاشتکاروں کا کہنا تھا کہ مل مالکان گنے کی قیمت 180 روپے فی من کے بجائے 140 روپے فی من کی پیشکش کررہے ہیں۔ کسانوں نے گنے کی فی من قیمت 250 روپے مقرر کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ کسانوں کا کہنا تھا کہ گنے کی خریداری میں تاخیر کی وجہ سے گندم کی بوائی میں بھی تاخیر ہورہی ہے۔ اس کے علاوہ مل مالکان نے گزشتہ دو سالوں سے واجب الادا 450 ملین روپے کے بقایاجات بھی کسانوں کو اب تک ادا نہیں کیے ہیں۔ (ڈان، 11 دسمبر، صفحہ 2)

قومی اسمبلی میں بھی سندھ اور پنجاب کے کسانوں کی گنے کی مقررہ قیمت سے محرومی کی بازگشت سنائی دی گئی ہے۔ حکومتی اور حزب اختلاف کے اراکین نے حکومت پر اس معاملے کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے پر زور دیا ہے۔ آزاد رکن اسمبلی جمشید دستی کا کہنا تھا کہ مل مالکان کسانوں سے گنا مقررہ قیمت پر نہیں خرید رہے کیونکہ شوگر مافیا سے تعلق رکھنے والے لوگ حکومت میں بیٹھے ہیں۔ مل مالکان کے نمائندے (ایجنٹ) کسانوں کو 140 روپے فی من گنے کی قیمت دے رہے ہیں جبکہ مقررہ قیمت 180 روپے فی من ہے۔
(بزنس ریکارڈر، 20 دسمبر، صفحہ 3)

سیپ کے صدر عبدالمجید نظامانی، سندھ آبادگار اتحاد (SAI) کے صدر نواب زبیر تالپور اور ایس سی اے کے جنرل سیکریٹری زاہد بھرگڑی نے ایک مشترکہ پریس کانفرنس کے دوران کہا ہے کہ سندھ حکومت شوگر ملوں کو 20 بلین روپے زرتلافی دے کر غیر ضروری سخاوت کا مظاہرہ کررہی ہے۔ عبدالمجید نظامانی کا کہنا تھا کہ ملک میں 84 شوگر ملیں بمشکل 18 خاندانوں کی ملکیت ہیں۔ صرف سندھ میں ہی 18 شوگر ملیں ایک ہی خاندان کی ملکیت ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ جب ''حکمراں تاجر بن جاتے ہیں تو عوام کنگال ہوجاتے ہیں''۔ وفاقی حکومت چینی کی برآمد پر 11 بلین روپے زرتلافی دینے کا اعلان کرچکی تھی جس میں سندھ حکومت نے صوبے کی شوگرملوں کے لیے مزید نو بلین روپے کا اضافہ کردیا ہے۔ زاہد بھرگڑی نے ملوں کو اضافی زرتلافی دینے پر طنزیہ کہا کہ بی آئی ایس پی سے زکواۃ اور عشر کی رقم بھی ان مل مالکان کو دے دینی چاہیے تاکہ یہ بغیر کوئی پیسہ خرچ کیے کسانوں سے گنا خرید سکیں۔ (ڈان، 22 دسمبر، صفحہ 19)

سندھ کی تین بڑی کسان تنظیموں کی جانب سے گنے کی قیمت کے حوالے سے 23 دسمبر کو کیا جانے والا احتجاج منسوخ کردیا گیا ہے۔ احتجاج منسوخ کرنے کا فیصلہ سندھ ہائی کورٹ کی جانب سے گنے کے کاشتکاروں کے حق میں حکم کے اجراء کے بعد کیا گیا۔ سندھ ہائی کورٹ نے شوگر ملوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ 172 روپے فی من گنے کی قیمت کسانوں کو ادا کریں اور 10 روپے فی من عدالتی ناظر کے پاس بطور

ضمانت جمع کروائیں۔ (ڈان، 23 دسمبر، صفحہ 19)

شوگر ملوں کی اچانک بندش اور مقررہ قیمت پر عملدرآمد نہ ہونے کے خلاف سندھ کے مختلف علاقوں میں احتجاجی مظاہرے کیے گئے ہیں۔ کاشتکاروں نے تین گھنٹوں تک حیدرآباد بدین شاہراہ بند رکھی اور گنے کی فصل کا فرضی جنازہ بھی نکالا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ سندھ ہائی کورٹ کے حکم کے باوجود مل مالکان 172 فی من قیمت دینے کو بھی تیار نہیں ہیں جو توہین عدالت ہے۔ میرپور خاص میں بھی سینکڑوں کاشتکاروں نے شوگر ملوں کی بندش کے خلاف دھرنا دیا اور حیدرآباد میرپورخاص شاہراہ کو ٹریکٹر ٹرالیاں کھڑی کرکے بند کردیا۔ (ڈان، 29 دسمبر، صفحہ 19)

میرپورخاص میں گنے کے کاشتکاروں کی جانب سے جاری احتجاج کے دوران ایک 55 سالہ کاشتکار عبدالمجید قمبرانی نے احتجاجاً خود کو آگ لگالی جس کے نتیجے میں کاشتکار کے جسم کا 40 فیصد حصہ متاثر ہوا ہے۔ کاشتکار نے بتایا کہ وہ شوگر ملوں کی جانب سے مناسب قیمت پر گنا نہ خریدنے کی وجہ سے ہونے والا نقصان برداشت نہیں کرسکتا۔ ملوں کی بندش دیگر کسانوں کی طرح اسے بھی برباد کردے گی۔ (ڈان، 29 دسمبر، صفحہ 19)

زمین

ایک خبر کے مطابق ہشت نگر، خیبرپختونخوا میں مزارعوں نے احتجاجاً جاگیردار کے دو ٹریکٹروں کو آگ لگادی۔ ذرائع کے مطابق پشاور ہائی کورٹ کے حکم پر اجارا کلے کے علاقے میں 100 ایکڑ زمین خالی کرانے کے لیے پولیس اور فرنٹیئر کانسٹیبلری (FC) کی نفری بھیجی گئی تھی۔ مشتعل مزارعین نے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے لوگوں سے مسلح ہوکر مزاحمت کرنے کے لیے کہا جس بعد مزارعین اور پولیس و FC (ایف سی) اہلکار ایک دوسرے کے خلاف مورچہ بند ہوگئے۔ تاہم مقامی رہنماؤں نے انتظامیہ سے کسی حادثے سے بچنے کے لیے

مذاکرات کیے جس میں فیصلہ کیا گیا کہ ایف سی علاقے سے واپس چلی جائے گی جبکہ پولیس صورتحال کی نگرانی کرے گی۔ ڈپٹی کمشنر، ضلعی ناظم اور دیگر افسران و عمائدین پر مشتمل افرد نے جائے وقوعہ پر پہنچ کر جرگہ کیا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ معاملے کو باہمی تصفیے کے ذریعے حل کیا جائے گا۔ (ڈان، 5 دسمبر، صفحہ 7)

ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں

I۔ زرعی پیداواری وسائل

کسان / مزدور

بھارت میں کئی ملین بھٹہ مزدور جبری مشقت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایک غیر سرکاری تنظیم (اینٹی سلیوری انٹرنیشنل) کی تحقیق کے مطابق بھارت میں اندازاً 10 ملین بھٹہ مزدور شدید گرمی اور جان لیوا آلودگی میں ہزاروں چھوٹے اینٹوں کے بھٹوں میں کام کررہے ہیں۔ غریب خاندانوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بھی اس سخت مشقت میں شامل کریں۔ اکثر غیر سرکاری تنظیموں کی جانب سے جبری مشقت کے شکار مزدوروں کو آزاد کروایا جاتا ہے لیکن ان لوگوں کے پاس پھر سے اینٹوں کے بھٹے میں کام کرنے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہوتا۔ بھارت میں جبری مشقت غیر قانونی ہے لیکن اس قانون کی زیادہ سے زیادہ منافع کے لیے بلا خوف خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق 90 فیصد اینٹوں کے بھٹوں پر پانی دستیاب نہیں ہے اور اوسطاً ایک خاندان 7.6 مربع میٹر کے ایک کمرے میں بدترین حالات میں زندگی گزارتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 21 ستمبر، صفحہ 8)

II۔ زرعی مداخل

صنعتی طریقہ زراعت

بیج

ایک مضمون کے مطابق کسانوں نے اس سال مونسانٹو کے تیار کردہ نئی اقسام کے بیج 25 ملین ایکڑ رقبے پر کپاس اور سویابین کے کھیتوں میں کاشت کیے ہیں۔ یہ جینیاتی بیج نباتات کش زہر ڈی کمبا (Dicamba) کے خلاف مزاحمت کے حامل ہیں۔ لیکن ان جینیاتی بیجوں اور ڈی کمبا نے کچھ کسانوں کو کمپنی کے خلاف کردیا ہے، ساتھ ہی ان معاملات کی جانچ کرنے والے اداروں (ریگولیٹرز) کو چوکنا کردیا ہے۔ وہ کسان

جنہوں نے یہ مہنگے نئے بیج نہیں خریدے تھے وہ بھی اس مقدمے میں حصہ دار بن رہے ہیں جس میں دعوی کیا گیا ہے کہ ان کی فصلیں (ہوا اور پانی کے ذریعے) ڈی کمبا سے متاثر ہوئی ہیں۔ امریکی ریاست آرکنسا (Arkansas) نے اس موسم گرما میں ڈی کمبا پر 120 دن کے لیے پابندی عائد کرنے کا اعلان کیا ہے اور اگلے سال اپریل کے بعد اس کے استعمال پر پابندی زیرغور ہے۔ جینیاتی فصلیں 1990 کے وسط میں معارف کروائی گئی تھیں جوممکن بناتی ہیں کہ فصلوں پر نباتات کش زہر چھڑکا جاسکے جس سے نباتات یا جڑی بوٹیاں تو ختم ہوجاتی ہیں لیکن فصلوں کو نقصان نہیں پہنچتا۔ لیکن اب ان نباتات یا جڑی بوٹیوں میں مونسانٹو کی راؤنڈ اپ ریڈی فلیکس (RRF) کے خلاف مزاحمت پیدا ہورہی ہے اسی لیے بیج کی صنعت اب ایسے بیج تیار کررہی ہے جو مزید جڑی بوٹیوں اور نباتات کے خلاف موثر مزاحمت رکھتے ہوں۔ مونسانٹو نے باضابطہ طور پر ریاست آرکنسا میں پابندی کے خلاف عدالت سے رجوع کیا ہے اور اپنے اس دعوے پر اسرار کررہی ہے کہ کمپنی کے 99 فیصد صارف مطمئن ہیں اور کمپنی کا منصوبہ ہے کہ ڈی کمبا کے خلاف مزاحمت رکھنے والے سویابین کے جینیاتی بیج کے زیر کاشت رقبے کو اگلے سال تک 40 ملین ایکڑ تک بڑھایا جائے۔ (ڈینی حاکم، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 23 ستمبر، صفحہ 7)

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء

غذائی فصلیں

اقوام متحدہ کے ادارے ایف اے او کے مطابق 2017 میں دنیا میں اناج کی ریکارڈ پیداوار سطح پر پہنچنے کا امکان ہے لیکن اناج کی پیداوار میں ہونے والا یہ اضافہ غربت کے خاتمے کا سبب نہیں بنے گا اور کئی خطوں میں تنازعات اور موسمی بحران کی وجہ سے غذائی تحفظ کو خطرات کا سامنا رہے گا۔ اس سال کے آخر تک عالمی سطح پر اجناس کی پیداوار 2.611 بلین ٹن تک متوقع ہے۔ اجناس کی پیداوار میں واضح اضافہ ارجنٹائن اور برازیل میں متوقع ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 24 ستمبر، صفحہ 15)

- گندم

امریکہ میں سب سے زیادہ گندم پیدا کرنے والی ریاست کنساس میں اگلے سال گندم کی پیداوار میں جراثیمی بیماری (wheat streak mosaic virus) کی وجہ سے بھاری کمی ہوسکتی ہے جس سے 2017 کی پیداوار میں تقریباً چھ فیصد کمی ہوئی تھی۔ کنساس اسٹیٹ یونیورسٹی کے ماہر نباتات (پلانٹ پیتھالوجسٹ) کے مطابق یہ بیماری اوکلاہاما، نیبراسکا اور کولوراڈو میں بھی حملہ آور ہوئی ہے۔ ریاست کنساس میں اس بیماری سے 76.8 ملین ڈالر (19 بلین بشلز گندم) کے نقصان کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 10 ستمبر، صفحہ 15)

نقد آور فصلیں

- کپاس

بھارت کی کپاس کی برآمدات میں فصل پر گلابی سنڈی کے حملے کی وجہ سے کمی ہوسکتی ہے۔ کئی علاقوں میں بیماری کا حملہ شدید ہے باوجود اس کے کہ بھارتی کسان جینیاتی کپاس بی ٹی کاشت کرتے ہیں جو اس بیماری کے خلاف مزاحمت رکھتی ہے۔ تاہم اب اس جینیاتی ٹیکنالوجی میں گلابی سنڈی کے خلاف مزاحمت ختم ہورہی ہے۔ بھارتی حکومت نے جینیاتی کپاس کے اس بیج کی 2006 میں منظوری دی تھی جس کے استعمال سے بھارت دنیا کا دوسرا سب سے بڑا کپاس برآمد کرنے والا ملک بن گیا تھا۔ اس سے پہلے سال 2017-18 کے لیے 40 ملین گانٹھیں کپاس کی پیداوار اور 7.5 ملین گانٹھیں برآمد کرنے کا تخمینہ لگایا تھا۔ ایک بھارتی کپاس کمپنی کے سربراہ چراغ پٹیل کا کہنا ہے کہ ان کے خیال میں کپاس کی پیداوار 37.5 ملین گانٹھ ہوگی۔ (ڈان، 24 اکتوبر، صفحہ 10)

اشیاء

- چینی

امریکی محکمہ زراعت (USDA) کے مطابق سال 2017-18 میں عالمی سطح پر چینی کی پیداوار 185 ملین ٹن

جبکہ اس کی کھپت 174 ملین ٹن متوقع ہے۔ پیداوار میں اضافے کی وجہ برازیل ہے جہاں چینی کی پیداوار گزشتہ سال کے مقابلے 1.1 ملین ٹن اضافے کے بعد 40.2 ملین ٹن تک پہنچ چکی ہے۔ اس کے علاوہ بھارت اور تھائی لینڈ میں بھی موافق آب و ہوا کی وجہ سے چینی کی پیداوار بہتر ہوئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 19 نومبر، صفحہ 15)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

مال مویشی

ایک خبر کے مطابق قطر صحرا میں ڈیری کی صنعت قائم کرے گا۔ تفصیلات کے مطابق فارمنگ کمپنی بلدانہ آنے والے کچھ ماہ میں دوحہ سے 50 کلومیٹر شمال میں ام حوایہ کے مقام پر 14,000 ہولسٹن گائے پر مشتمل فارم قائم کرے گی تاکہ قطر کو دودھ کے حوالے سے خود کفیل بنایا جاسکے۔ کمپنی کا کہنا ہے کہ گرمیوں میں 50 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت میں مویشیوں کو پالنا ایک مشکل ہدف ہے جس کے لیے ٹیکنالوجی کا سہارا لیا جائے گا۔ (ڈان، 30 نومبر، صفحہ 11)

ماہی گیری

یورپی یونین نے کہا ہے کہ اس نے ویتنام کو خبردار کیا ہے کہ اگر وہ غیر قانونی طور پر مچھلی کے شکار کی روک تھام نہ کرسکا تو اس کی سمندری خوراک پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔ یورپی یونین کا مزید کہنا ہے کہ ویتنامی کشتیوں کی جانب سے غیرقانونی سرگرمیوں کی وجہ سے بحرالکاہل میں سمندری ماحولیات پر پڑنے والے اثرات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ یورپی یونین نے ویتنام کو اس حوالے سے تکنیکی مدد فراہم کرنے کی پیشکش بھی کی ہے۔ (ڈان، 24 اکتوبر، صفحہ 11)

7۔ تجارت

برآمدات

- گندم

روسی وزیر زراعت کے مطابق روس رواں سال وینزویلا کو تقریباً 600,000 ٹن گندم ترسیل کرے گا۔ روس اور وینزویلا کے صدور نے مئی میں گندم کی ترسیل پر اتفاق کیا تھا۔ سال 18-2017 میں روس میں گندم کی ریکارڈ پیداوار متوقع ہے اور امکان ہے کہ اس سال روس گندم برآمد کرنے والا دنیا کا سب سے بڑا ملک ہوگا۔ (بزنس ریکارڈر، 24 ستمبر، صفحہ 15)

سوڈان کی وزارت خزانہ کے ترجمان کے مطابق سوڈان 2018 کے بجٹ کے تحت گندم پر دی جانے والی زرتلافی مکمل طور پر ختم کردے گا اور گندم کی درآمد نجی شعبے کے حوالے کردی جائے گی۔ وزیر خزانہ مغدی حسن یسین کا کہنا ہے کہ نجی کمپنیوں کے درمیان گندم کی درآمد میں مسابقت کی وجہ سے روٹی کی قیمت میں اضافہ نہیں ہوگا۔ حکومت قیمت مستحکم رکھنے کے لیے گندم کی مقامی پیداوار خریدے گی۔ سوڈان میں سال 2017 میں 445,000 ٹن گندم کی پیداوار ہوئی جبکہ دو ملین ٹن گندم درآمد کیا گیا تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 29 دسمبر، صفحہ 11)

- چاول

تاجروں کا کہنا ہے کہ طلب میں کمی کی وجہ سے تھائی لینڈ، ویتنام اور بھارت میں چاول کی قیمت میں کمی ہوگئی ہے۔ بھارت، جو چاول برآمد کرنے والا دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے، میں چاول کی فی ٹن قیمت میں تین ڈالر (پانچ فیصد) کمی ہوئی ہے۔ برآمدی منڈی میں اس وقت چاول کی طلب میں کمی ممکنہ طور پر اس وجہ سے ہے کہ برآمد کنندگان کو قیمتوں میں مزید کمی کی امید ہے۔ تاہم بنگلہ دیشی حکام کا کہنا ہے کہ ان کا ملک حکومتی سطح پر کمبوڈیا سے 453 ڈالر فی ٹن قیمت پر 250,000 ٹن چاول خریدے گا۔ (بزنس

(ریکارڈر، 6 ستمبر، صفحہ 12)

- پھل سبزی

پیاز:

بھارت نے مقامی منڈی میں پیاز کی قیمتوں میں ہونے والے بے پناہ اضافے کے بعد اس کی کم سے کم برآمدی قیمت 850 ڈالر فی ٹن مقرر کردی ہے۔ سرکاری حکم نامے کے تحت تاجر 2017 کے اختتام تک مقررہ قیمت سے کم پر پیاز برآمد نہیں کرسکتے۔ بھارت کی پیاز کی سب سے بڑی تھوک منڈی میں پیاز کی فی 100 کلو کی قیمت 3,211 روپے تک پہنچ گئی ہے جو گزشتہ دو سالوں کی بلند ترین قیمت ہے۔ برآمد کنندگان کے مطابق 850 ڈالر فی ٹن قیمت پر پیاز برآمد نہیں کی جاسکتی کیونکہ مصر اور پاکستان اس سے کہیں کم قیمت پر پیاز برآمد کررہے ہیں۔ (ڈان، 24 نومبر، صفحہ 11)

درآمدات

- چاول

بنگلہ دیش کی جانب سے چاول کی طلب میں اضافے کے بعد بھارت میں اس ہفتے چاول کی قیمتوں میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ بنگلہ دیشی حکومت جون 2018 تک 1.5 ملین ٹن چاول درآمد کرنے کے حوالے سے منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ سیلاب سے متاثرہ بنگلہ دیش چاول کاشت کرنے والا دنیا کا چوتھا بڑا ملک ہے جو اپنی مقامی منڈی میں قیمتوں کو مستحکم رکھنے کے لیے چاول کے کم ہوتے ہوئے ذخائر کو بڑھا رہا ہے۔ بنگلہ دیش نے چاول کی درآمد پر محصول میں دو ماہ میں دو بار کمی کی ہے۔ بنگلہ دیشی وزیر تجارت کا کہنا ہے کہ یہ پالیسی طویل المدت نہیں ہے اور چاول کی درآمد عارضی ہے۔ حکومت اپنے کسانوں کے مفادات کا تحفظ کرے گی۔ (ڈان، 15` ستمبر، صفحہ 11)

- گندم

بنگلہ دیش کی وزارت خوراک کے مطابق ملک میں جولائی تا اکتوبر کے دورانیے میں گندم کی درآمد گزشتہ سال کے مقابلے 30 فیصد بڑھ گئی ہے جبکہ تاجر آنے والے مہینوں میں بھی درآمد میں اضافے کی توقع کررہے ہیں۔ بنگلہ دیش سیلاب سے فصلیں تباہ ہونے کے بعد گندم اور چاول کے بڑے خریدار کے طور پر سامنے آیا ہے۔ تاجروں کا کہنا ہے کہ درآمدات میں اضافے کا یہ رجحان اس سال کے آخر تک جاری رہے گا۔ بنگلہ دیش نے اس سال جون تک 5.8 ملین ٹن گندم درآمد کیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 6 نومبر، صفحہ 8)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

غذائی کمپنیاں

وال مارٹ، ٹیسکو، کیلوگ، نیسلے سمیت دنیا کی کئی غذائی اور خوردہ فروش کمپنیوں نے 2020 تک اشیاء پر بہتر طریقے سے لیبل عائد کرنے پر اتفاق کیا ہے جس سے خوراک کا زیاں کم ہو۔ مجوزہ حکمت عملی کے تحت خوراک پر سے کئی طرح کی معلومات کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے جیسے کہ خوراک کی تیاری کی تاریخ وغیرہ۔ چونکہ ایک سے زائد لیبل کی وجہ سے صارف دھوکے کا شکار ہوسکتے ہیں جو خوراک ضائع ہونے کی وجہ بنتا ہے۔ غذائی اشیاء جیسے کہ ڈبہ بند سامن مچھلی، پر اس کے قابل استعمال رہنے کی تاریخ درج ہو جبکہ دیگر اشیاء جیسے کہ پاستا اور چینی پر خوراک کے درست رہنے کی تاریخ درج ہو۔ اشیاء کی تیاری کی تاریخ اور اس کا اندراج (batch) نمبر بارکوڈ میں شامل کیا جاسکتا ہے جسے صارفین پڑھ نہ سکیں۔ اشیاء پر دوقسم کے لیبل ہوتے ہیں لیکن واضح صرف ایک طرح کا لیبل ہی ہونا چاہیے۔ (بزنس ریکارڈر، 21 ستمبر، صفحہ 11)

- لیکٹیلس

بچوں کا خشک دودھ بنانے والی فرانسیسی کمپنی لیکٹیلس (Lactalis) اور محکمہ صحت کے حکام نے دودھ میں سامونیلا (Salmonella) جراثیم پائے جانے کے خدشے کے پیش نظر دودھ کو منڈی سے واپس لینے کا حکم

جاری کیا ہے۔ اس دودھ کے استعمال سے فرانس میں 26 بچے بیمار ہوگئے تھے۔ کمپنی کے ترجمان کے مطابق 7,000 ٹن کے قریب دودھ جراثیم سے آلودہ ہوسکتا ہے۔ کمپنی یہ کہنے سے قاصر ہے کہ کتنا دودھ اس وقت منڈی میں موجود ہے، کتنا استعمال ہوچکا ہے اور کتنا ذخیرہ موجود ہے۔ (ڈان، 11 دسمبر، صفحہ 13)

بیج کمپنیاں

- مونسانٹو

بھارت میں سب سے زیادہ کپاس پیدا کرنی والی ریاست آندھرا پردیش نے مونسانٹو کی تیار کردہ غیر منظور شدہ جینیاتی کپاس کے زیر کاشت کھیتوں کا معائنہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ آندھرا پردیش میں کپاس کے زیر کاشت 15 فیصد رقبے پر بولگارڈ RRF II (آر آر ایف) کا بیج کاشت کیا گیا ہے۔ ریاست کے اعلی سرکاری افسر راجا شیکھر کی طرف سے جاری کردہ حکم میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کسانوں کو کس طرح بولگارڈ II تک رسائی حاصل ہوئی۔ مونسانٹو کے ترجمان کا کہنا ہے کہ کچھ کمپنیاں غیر تصدیق شدہ و غیر منظور شدہ بیج غیر قانونی طور پر منافع کے لیے فروخت کررہی ہیں۔ تاہم ترجمان نے ان کمپنیوں کا نام نہیں بتایا۔ مونسانٹو نے بولگارڈ II آر آر ایف کی منظوری کے لیے بھارت کے جینیاتی بیج کی منظوری دینے والے ادارے جینیٹک انجینئرنگ اپریزل کمیٹی (GEAC) کے پاس جمع کروائی تھی لیکن یہ درخواست گزشتہ سال واپس لے لی گئی تھی۔ (بزنس ریکارڈر، 8 اکتوبر، صفحہ 15)

بھارت میں سب سے زیادہ کپاس پیدا کرنے والی ریاست آندھرا پردیش نے مونسانٹو کی تیار کردہ غیر منظور شدہ جینیاتی کپاس کی جانچ کے لیے جاری کردہ اعلامیہ واپس لے لیا ہے۔ آندھرا پردیش کے کسانوں نے 15 فیصد کپاس کے زیر کاشت علاقے میں مونسانٹو کی بولگارڈ II آر آر ایف بیج کاشت کیا ہے۔ مونسانٹو نے اپنی کپاس کی اس قسم کی منظوری متعلقہ ادارے GEAC (جی ای اے سی) سے حاصل کرنے کے لیے دی گئی درخواست بھی واپس لے لی تھی۔ یہ واضح نہیں کہ کپاس کی یہ قسم بغیر منظوری کے کس طرح 15 فیصد

رقبے پر کاشت ہوئی۔ آندھرا پردیش کے حکام کا کہنا ہے کہ کپاس کی جانچ کے احکامات واپس لے لیے گئے ہیں تاہم انہوں نے اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ (ڈان، 15 اکتوبر، صفحہ 11)

VII۔ بیرونی امداد

مندرجہ بالا شعبے میں ان چار ماہ میں کوئی خبر دستیاب نہیں۔

VIII۔ پالیسی

مندرجہ بالا شعبے میں ان چار ماہ میں کوئی خبر دستیاب نہیں۔

IX۔ ماحول

اقوام متحدہ کے شعبہ ماحولیات کے اریک سولہیم (Erick Solheim) نے کہا ہے کہ آلودگی کے خلاف ایشیا پیسفک جنگ کا میدان ثابت ہوگا۔ اقوام متحدہ کے مطابق خطے میں 1990 سے 2012 کے دوران کاربن کا اخراج دگنا ہوگیا ہے جبکہ معدنیات اور دھاتوں کا استعمال تین گنا بڑھ گیا ہے۔ عالمی ادارہ صحت (WHO) کے مطابق دنیا کے 30 آلودہ ترین شہروں میں سے 25 شہر ایشیا میں واقع ہیں۔ رکازی ایندھن کا استعمال اس آلودگی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ سمندروں میں پلاسٹک کی آلودگی پھیلانے میں بھی ایشیا کا بڑا کردار ہے جس کا حل اسی خطے میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 11 ستمبر، صفحہ 13)

چین نے گزشتہ چار دہائیوں میں گرد آلود آسمان، بدبودار آبی ذخائر اور مردار مچھلیوں سے بھری جھیلوں کی قیمت پر حیرت انگیز اقتصادی ترقی حاصل کی ہے۔ تاہم اب چین نے آلودگی پھیلانے والی صنعتوں کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا ہے۔ ملک بھر میں موجود فولاد کے کارخانے، کوئلہ سے چلنے والے بجلی گھر اور دیگر آلودگی پھیلانے والی صنعتوں اور کاروباری سرگرمیوں کو بند کرنے کا انتباہ اور ان صنعتوں میں پیداواری

عمل کو صاف بنانے کا حکم دیا ہے۔ ماحولیاتی تحفظ کی یہ مہم دو سال قبل شروع کی گئی جس میں حالیہ مہینوں میں تیزی آئی ہے اور یہ واضح ہے کہ اس مہم سے منڈی کے متاثر ہونے کا عمل شروع ہوچکا ہے۔ کچھ معیشت دانوں نے اس موسم سرما میں چینی معیشت کی رفتار سست ہونے کا خدشہ ظاہر کیا ہے جبکہ چینی حکام کا کہنا ہے کہ یہ مہم ترقی میں رکاوٹ بنے بغیر فائدہ مند ثابت ہوگی۔ چین عالمی معیشت کے لیے بہت اہم ہے اور آلودگی کے خلاف مہم دنیا بھر کی معیشتوں کو متاثر کرسکتی ہے۔ (کیتھ براڈشر، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 25 اکتوبر، صفحہ 5)

پانی

- آبی حیات

ایک خبر کے مطابق انٹارٹیکا میں بڑے پیمانے پر بھوک سے ہزاروں پینگوئن ہلاک ہوگئے ہیں۔ سمندری برف کی موٹی غیر معمولی برف کی سطح کی وجہ سے پینگوئن کو کھانے کی تلاش میں زیادہ سفر کرنا پڑتا ہے۔ فرانسیسی سائنسدان 2010 سے مشرقی انٹارٹیکا میں پینگوئن کی 18,000 جوڑوں پر مشتمل آبادی پر تحقیق کررہے ہیں، جنہیں معلوم ہوا کہ اس سال پینگوئن کی افزائش کے حالیہ موسم میں صرف دو پینگوئن کے بچے ہی زندہ بچ پائے ہیں۔ بڑے پینگوئن خوراک کی تلاش میں طویل سفر کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے چوزوں کو خوراک کے لیے طویل انتظار کرنا پڑتا ہے جو ان کی موت کی وجہ ہے۔ (ڈان، 14 اکتوبر، صفحہ 16)

امریکہ، روس، چین اور دیگر ممالک کے درمیان ایک معاہدہ طے پاگیا ہے جس کے تحت بحر منجمد شمالی (آرٹک) میں اس وقت تک تجارتی طور پر مچھلیوں کے شکار کی اجازت نہیں دی جائے گی جب تک سائنسدان اس بات کا تعین نہ کرلیں کہ وہاں کونسی اقسام کی مچھلیاں ہیں اور آیا ان مچھلیوں کا پائیدار طریقے سے شکار کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ اس معاہدے کے تحت وسیع سمندری رقبہ کم از کم 16 سال تک محفوظ ہوجائے گا جو تقریباً بحر روم کے برابر ہے۔ یہ معاہدہ کئی سالوں کے مذاکرات اور واشنگٹن میں تین روز

جاری رہنے والے اجلاس کے بعد سامنے آیا ہے۔ معاہدہ 2015 میں امریکہ، کینیڈا، ناروے، گرین لینڈ، روس کی جانب سے رضاکارانہ طور پر بحر منجمد شمالی میں مچھلیوں کا شکار نہ کرنے کے اعلان کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 3 دسمبر، صفحہ 11)

فضاء

- آلودگی

چین کے شہروں میں بڑھتی ہوئی اوزون آلودگی انسانی صحت کے لیے ایک بڑے خطرے کے طور پر سامنے آئی ہے جس سے شہریوں میں دل کے امراض کی وجہ سے اموات میں اضافہ ہورہا ہے۔ چینی محققین کی ایک نئی تحقیق کے مطابق 2013 سے 2015 کے دوران 272 چینی شہروں کے اعداد و شمار مضبوط شواہد پیش کرتے ہیں کہ دل کی بیماریوں میں اضافے اور اس کی وجہ سے ہونے والی اموات میں اضافے کا تعلق اوزون آلودگی سے ہے۔ نائٹروجن آکسائیڈ کے ساتھ سورج کی روشنی کے ملاپ اور رکازی ایندھن کے بڑے پیمانے پر استعمال کے نتیجے میں زمینی سطح پر اوزون بنتی ہے جسے فوٹو کیمیکل اسموگ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ چین نے ماحولیاتی آلودگی پر قابو پانے کے لیے 2013 تا 2017 کے لیے حکمت عملی کا آغاز کیا ہے لیکن اوزون آلودگی کے حوالے سے اس حکمت عملی میں کوئی ہدف مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 4 دسمبر، صفحہ 13)

X۔ موسمی تبدیلی

عالمی حدت

ایک خبر کے مطابق مال مویشی شعبے میں میتھین گیس کا اخراج بڑھ گیا ہے جس سے عالمی حدت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ USDA (یو ایس ڈی اے) کی محقق جولی ولف کا کہنا ہے کہ سال 2000 سے 2006 کے دوران فضاء میں دھیمی رفتار سے بڑھنے والا میتھین گیس کا اخراج حالیہ دہائی میں 10 گنا تیزی سے بڑھا

ہے۔ 2015 میں خارج ہونے والی مضر گیسوں میں میتھین گیس کا حصہ 16 فیصد تھا۔ ماہرین کے مطابق مال مویشی شعبے میں میتھین گیس کا اخراج ایشیا، لاطینی امریکہ اور افریقہ جیسے ترقی پزیر خطوں میں تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 اکتوبر، صفحہ 13)

ایک مضمون کے مطابق بون، جرمنی میں پیرس معاہدے پر پیش رفت کے عزم کے ساتھ موسمی تبدیلی پر کانفرنس کا آغاز ہوچکا ہے۔ جرمنی نے کانفرنس کے آغاز سے قبل موسمی تبدیلی سے مقابلہ کرنے کے لیے 100 ملین یورو کا اعلان کیا جس سے یہ پیغام ملتا ہے کہ وہ مذاکرات کے لیے سنجیدہ ہے۔ چین اور بھارت کی جانب سے کانفرنس کے ایجنڈے پر اعتراض کیا گیا کیونکہ اس میں ترقی یافتہ ممالک کے لیے 2020 سے پہلے کے اہداف شامل نہیں تھے۔ 2020 سے کیوٹو پروٹوکول کے تحت مقرر کیے گئے اہداف فہرست انیکس-1 (Annex-1) کے ممالک کے لیے لازمی ہیں جس میں تمام ترقی یافتہ ممالک شامل ہیں۔ 1997 میں کیوٹو میں یہ طے کیا گیا تھا کہ ترقی یافتہ ممالک کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ وہ موسمی تبدیلی کو قابو کرنے کے لیے مضر گیسوں (گرین ہاؤس گیسوں) کے اخراج میں کمی کریں گے۔ ترقی پزیر ممالک ان اہداف کو ترقی یافتہ ممالک کی تاریخی ذمہ داری کے طور پر دیکھتے ہیں۔ حالانکہ ان اہداف کو 2012 تک مکمل ہونا تھا لیکن دوحہ کانفرنس میں یہ مدت ترقی یافتہ ممالک کی درخواست پر بڑھا کر 2020 کردی گئی تھی۔ بدقسمتی سے ترقی یافتہ ممالک کے رویے میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں آئی اور کئی ترقی یافتہ ممالک نے 2012 میں دوحہ میں کیے گئے وعدوں کی پاسداری نہیں کی۔ چین اور بھارت نے واضح موقف اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ 2020 اہداف پر یورپی یونین کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا۔ اس صورتحال سے یہ سبق ملتا ہے کہ پرانے حربے پھر سے استعمال کیے جارہے ہیں اور ترقی یافتہ ممالک اپنے کاربن اخراج کم کرنے کے لیے اب تک تاخیری حربے استعمال کررہے ہیں۔ (شکیل احمد رامے، دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 نومبر، صفحہ 11)

ایک خبر کے مطابق پیرو کا ریگستانی علاقہ ہرا بھرا ہوگیا ہے اور اس ریگستان میں اگنے والی پیداوار ڈنمارک

جیسے ممالک کو برآمد کی جاتی ہے۔ دیہات میں بجلی اور پانی آ گیا ہے جو طویل عرصے تک نہیں تھا۔ بظاہر یہ منصوبہ بندی کے تحت کی گئی ترقی محسوس ہوتی ہے لیکن اس ریگستانی علاقے میں پانی کے اس بہاؤ کی وجہ یہ ہے کہ پہاڑوں پر موجود برف پگھل رہی ہے اور پانی کی یہ دستیابی زیادہ عرصہ نہیں رہے گی۔ پیرو کے اس علاقے میں موسمی تبدیلی ایک نعمت ہے جو بری ثابت ہوسکتی ہے۔ حالیہ دہائیوں میں برفانی پہاڑوں کے پگھلاؤ میں تیزی کی وجہ سے 100,000 ایکڑ سے زائد زمین آبپاشی کے ذریعے کاشتکاری کے قابل ہوئی۔ تاہم اس صورتحال سے حاصل ہونے والے فوائد عارضی نوعیت کے ہیں۔ برفانی پہاڑوں سے آنے والے اس پانی کے بہاؤ میں مسلسل کمی واقعہ ہورہی ہے۔ سائنسدانوں کے اندازے کے مطابق 2050 تک بہت سے برفانی پہاڑ ختم ہو جائیں گے۔ پیرو کی حکومت نے 825 ملین ڈالر کے منصوبے سے ریگستان کو سیراب کرکے اسے کھیتوں میں تبدیل کردیا ہے جو کچھ ہی دہائیوں میں سخت خطرے میں پڑسکتا ہے۔
(انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 27 نومبر، صفحہ 1)

کاربن اخراج

اقوام متحدہ میں موسمی تبدیلی پر ہونے والے اجلاس میں سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اس سال کاربن کے اخراج میں دو فیصد اضافے کا امکان ہے جو 2015 سے مستحکم چلا آرہا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ انتہائی مایوس کن ہے۔ سال 2017 میں عالمی سطح پر انسانی سرگرمیوں کی وجہ سے 41 بلین ٹن کاربن کے اخراج کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ عالمی معیشت کے لیے تیل، گیس اور کوئلہ کے استعمال کی وجہ سے زمین کا درجہ حرارت بڑھ رہا ہے۔ جنگلات کا خاتمہ بھی کاربن کے اخراج میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ امریکی صدر کی مشیر برائے موسمی تبدیلی ایمی لیورز (Amy Luers) کا کہنا ہے کہ یہ خبر کہ تین سال مستحکم رہنے کے بعد کاربن کا اخراج بڑھ رہا ہے، انسانیت کے لیے تباہی کی طرف لوٹنے کے مترادف ہے۔ (ڈان، 14 نومبر، صفحہ 14)

بون، جرمنی میں اقوام متحدہ کے تحت موسمی تبدیلی پر ہونے والی بات چیت میں ایک اہم پیش رفت دیکھی گئی ہے۔ موسمی تبدیلی کے حوالے سے زراعت پر بات چیت کئی سالوں سے تعطل کا شکار تھی جس کی وجہ یہ خدشات تھے کہ ترقی یافتہ ممالک کو زرعی شعبے میں ہونے والے کاربن کے اخراج کو روکنے کی ذمہ داری ادا کرنی پڑے گی اور امیر ممالک کو غریب ممالک کو موسمی تبدیلی سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے رقم ادا کرنی پڑے گی۔ تاہم اب یہ تعطل ختم ہوگیا ہے۔ اقوام متحدہ زراعت میں کاربن کا اخراج کم کرنے اور موسمی تبدیلی سے بہتر طور پر نمٹنے کے لیے حکمت عملی کے آغاز پر توجہ مرکوز کرسکتا ہے۔ اقوام متحدہ کا نظام موسمی تبدیلی کے حوالے سے ممالک کو ان کی ضرورت کے مطابق حکمت عملی میں مزید مدد بھی فراہم کرسکتا ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارہ ایف اے او کے مطابق زراعت، جنگلات اور زمین کے استعمال میں تبدیلی 21 فیصد کاربن گیسوں کے اخراج کی ذمہ دار ہے جو توانائی کے بعد کاربن کے اخراج کا دوسرا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ عالمی سطح پر شعبہ زراعت بھی ایک چوتھائی نقصان کا شکار ہے جس کی وجہ موسمی تبدیلی کے نتیجے میں آنے والے سیلاب اور طوفان جیسی آفات ہیں جبکہ خشک سالی کی دوران یہ نقصان 80 فیصد تک پہنچ جاتا ہے۔ (ڈان، 16 نومبر، صفحہ 12)

بون، جرمنی میں موسمی تبدیلی پر ہونے والے اجلاس میں 20 ممالک نے کوئلے کا استعمال ترک کرنے کے لیے مہم کا آغاز کیا ہے۔ کینڈا اور برطانیہ کی سربراہی میں 'پاورنگ پاسٹ کول الائنس' (Powering Past Coal Alliance) نامی اتحاد نے وعدہ کیا ہے کہ وہ خود کو کوئلے کے استعمال سے پاک کریں گے جو اب بھی دنیا میں 40 فیصد توانائی کی پیداوار کے لیے استعمال ہورہا ہے اور عالمی حدت میں کاربن کے اخراج کے ذریعے اضافے کی بنیادی وجہ ہے۔ (ڈان، 17 نومبر، صفحہ 14)

موسمی بحران

ایک خبر کے مطابق 2017 میں طوفان، سیلاب، جنگلی آگ، گرمی کی لہروں نے دنیا میں تباہی برپا کی۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ قدرتی آفات اور اس کی شدت میں اضافے میں موسمی تبدیلی کا کردار واضح طور پر بڑھا ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارے کوآرڈینش آف ہیومنٹیرین افیرز (OCHA) کے مطابق اس سال بنگلہ دیش، بھارت اور نیپال میں مون سون بارشوں سے 1,200 افراد ہلاک جبکہ 40 ملین سے زائد افراد متاثر ہوئے ہیں۔ اسی طرح اسپین اور پرتگال کو سخت خشک سالی کا سامنا ہوا جس سے دریا سوکھ گئے، فصلیں تباہ ہوئیں اور جنگلات میں آگ لگنے کے واقعات رونما ہوئے۔ کیلی فورنیا کے گورنر جیری براؤن کا کہنا ہے کہ ریاست 1932 کے بعد سے اب تک تیسری مرتبہ جنگلوں میں لگنے والی بدترین آگ سے نبردآزما ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 25 دسمبر، صفحہ 16)

XI۔ غربت اور غذائی کمی

غربت

امریکہ کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق دنیا کی سب سے بڑی معیشت امریکہ میں مسلسل دوسرے سال، 2016 میں امریکی گھرانوں کی آمدنی میں اضافہ ہوا ہے جبکہ غربت میں کمی جاری ہے۔ محکمہ تجارت کے اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ ہیلتھ انشورنس کے بغیر رہنے والوں کی تعداد میں کمی ہوئی ہے اور مزید 900,000 افراد سال 2015 اور 2016 میں صحت کی بیمہ پالیسی کے دائرے میں آگئے ہیں۔ صحت کی بیمہ پالیسی کے بغیر رہنے والوں کی تعداد جو 2015 میں 9.1 فیصد تھی کم ہوکر 8.8 فیصد (28.1 ملین افراد) ہوگئی ہے۔ امریکہ میں خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے والے افراد کی تعداد 40.6 ملین ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 13 ستمبر، صفحہ 11)

اقوام متحدہ کا ادارہ ایف اے او کی سالانہ رپورٹ کے مطابق اچانک دنیا میں بھوک میں ہونے والے اضافے کا تقاضہ ہے کہ دیہی معیشتوں کی ترقی پر نئے سرے سے زور دیا جائے۔ ایک دہائی تک مسلسل کمی ہونے کے بعد 2016 میں بھوک میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق دنیا میں 815 ملین افراد

(11 فیصد) بھوک کا شکار ہیں۔ ایف اے او کے مطابق دیہی علاقوں میں حوصلہ افزا بڑھوتری اس صورتحال کا مقابلہ کرنے اور 2030 تک بھوک اور غربت کا خاتمہ کرنے کے لیے معاون ہوسکتی ہے۔ بھوک سے متاثرہ ممالک زیادہ تر ایشیا اور افریقہ سے تعلق رکھتے ہیں جہاں چھوٹے کسان 80 فیصد خوراک پیدا کرتے ہیں۔ ان کسانوں کی پیداوار کو بہتر بنانے کے لیے سرمایہ کاری کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ زراعت کو چھوٹے اور درمیانے شہروں سے جوڑنے کی بھی ضرورت ہوگی۔ (بزنس ریکارڈر، 10 اکتوبر، صفحہ 1)

ایف اے او کی خوراک و زراعت کے حوالے سے پیش کردہ سالانہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دنیا کی بڑھتی ہوئی خوراک کی ضروریات کے لیے مزید پیداواری اور پائیدار زراعی نظام تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ 20 ویں صدی کے آخر میں زراعت میں تبدیلی آنا شروع ہوئی جو زیادہ سے زیادہ زرعی مداخل کے استعمال پر منحصر تھی۔ کئی ممالک میں اس طریقہ زراعت کے ماحولیاتی اثرات سامنے آئے جن میں جنگلات کی کٹائی، پانی کی کمی اور کاربن گیسوں کا اخراج شامل ہے۔ مستقبل میں ضروری ہے کہ زراعت میں ایسے مداخل کا استعمال کم کریں جو کاربن کے اخراج کا سبب بنے۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ شہری آبادیوں میں خوراک کی بڑھتی ہوئی طلب کو دیکھتے ہوئے دیہی معیشت کو تبدیل کرنا ہوگا۔ چھوٹے کسانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ منڈی تک رسائی حاصل کریں اور نئی تکنیک اپنائیں۔ 2030 کے ترقیاتی اہداف کا حصول دیہی علاقوں میں ترقی پر منحصر ہے جہاں غربت اور بھوک ہے۔ حقائق ثابت کرتے ہیں کہ 1990 کے بعد کئی ممالک میں دیہات میں کی جانے والی اصلاحات اور تبدیلیوں کی وجہ سے تقریباً 750 ملین افراد غربت سے باہر آئے ہیں۔ (ڈان، 10 اکتوبر، صفحہ 11)

غذائی کمی

اقوام متحدہ کی عالمی غذائی صورتحال پر جاری کردہ سالانہ رپورٹ (دی اسٹیٹ آف فوڈ سیکیورٹی اینڈ نیوٹریشن ان دی ورلڈ 2017) کے مطابق عالمی سطح پر ایک دہائی سے مسلسل کم ہوتی ہوئی بھوک میں ایک

بار پھر اضافہ ہورہا ہے۔ دنیا میں 815 ملین افراد بھوک سے متاثر ہورہے ہیں جو کل آبادی کا 11 فیصد ہیں۔ بھوک کے شکار افراد میں اضافے کی بڑی وجہ آبادیوں میں تنازعات کا پھیلنا اور موسمی تبدیلی کے نتیجے میں آنے والی آفات ہیں۔ بھوک کے شکار 815 ملین افراد میں سے 520 ملین ایشیا میں، 243 ملین افریقہ میں جبکہ 42 ملین لاطینی امریکہ اور کیریبین کے علاقے میں مقیم ہیں۔ رپورٹ کے مطابق 155 ملین بچے اپنی عمر کے حساب سے نشو و نما میں کمی (stuntness) کا شکار ہیں جبکہ 52 ملین بچوں کا وزن ان کے قد کے حساب سے کم (wasted) ہے۔ ایک اندازے کے مطابق 41 ملین بچے وزن میں زیادتی کا شکار ہیں۔ عورتوں میں خون کی کمی اور بالغان میں موٹاپا بھی تشویش کا باعث ہے۔ (ڈان، 16 ستمبر، صفحہ 15)

XII۔ قدرتی بحران

سیلاب

پینگ (Penang)، ملیشیا میں طوفانی بارشوں سے آنے والے سیلاب سے پانچ افراد ہلاک جبکہ ہزاروں افراد بے گھر ہوگئے ہیں۔ سیلاب متاثرین کی مدد کے لیے فوج تعینات کردی گئی ہے۔ عہدیداروں کے مطابق سیلابی پانی 12 فٹ تک پہنچ گیا جس سے زیریں علاقوں میں مکانات پانی میں ڈوب گئے۔ کئی مکانات تباہ جبکہ درخت اکھڑ گئے جس سے کئی شاہراہیں بند ہوگئی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 6 نومبر، صفحہ 6)

بارشیں / طوفان

ویتنام کے ساحلی علاقوں میں آندھی اور طوفان کی وجہ سے تین افراد ہلاک جبکہ کئی ہزار لوگ بے گھر ہوگئے ہیں۔ آندھی اور طوفان کی وجہ سے کئی گھر تباہ ہوئے ہیں جبکہ بارش اور سیلاب کی وجہ سے بجلی کا نظام درہم برہم ہوگیا ہے۔ حکام کے مطابق طوفان سے 79,000 افراد کے متاثر ہونے کا خدشہ ہے۔ ویتنام کا وسطی ساحل ہر سال مئی سے اکتوبر کے دوران طوفان کی زد میں رہتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 16 ستمبر، صفحہ 6)

شمال مشرقی بھارتی ریاست سکم میں مٹی کے تودے گرنے سے چھ افراد ہلاک ہوئے جبکہ چار افراد زخمی ہو گئے۔ ممبئی میں بھی تیز بارشوں کی وجہ سے ایک جہاز رن وے سے اتر کر مٹی میں دھنس گیا جبکہ درجنوں ہوائی جہازوں کو دیگر ہوائی اڈوں پر اتارا گیا۔ مون سون کے موسم کے دوران اب تک سیلاب اور دیگر واقعات کی وجہ سے بھارت میں سینکڑوں افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 21 ستمبر، صفحہ 6)

سمندری طوفان ماریا نے جزائر کیریبین کے بعد پورٹو ریکو (Puerto Rico) میں ہر طرف تباہی پھیلا دی ہے۔ 150 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والی ہوا نے ہزاروں لوگوں کو پناہ لینے پر مجبور کردیا ہے۔ زیادہ تر علاقے مکمل طور پر سیلاب میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ پورٹو ریکو میں اس سے پہلے ہلاکت خیز طوفان 1928 میں آیا تھا جس سے 300 افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ (بزنس ریکارڈر، 21 ستمبر، صفحہ 6)

ویتنام کے شمالی اور وسطی علاقوں میں سیلاب اور مٹی کے تودے گرنے سے 46 افراد ہلاک جبکہ 33 افراد لاپتہ ہوگئے ہیں۔ ویتنام اپنے طویل ساحل کی وجہ سے اکثر تباہ کن سیلاب اور طوفان سے متاثر ہوتا ہے جہاں گزشتہ سال ان آفات کی وجہ سے 200 افراد ہلاک ہوئے تھے۔ سیلاب اور طوفان سے 317 گھر تباہ جبکہ 34,000 گھر سیلاب میں ڈوب گئے ہیں۔ ابتدائی رپورٹ کے مطابق 8,000 ہیکٹر سے زیادہ رقبے پر چاول کی فصل متاثر ہوئی ہے جبکہ 40,000 مویشی ہلاک ہوگئے یا پانی میں بہہ گئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 اکتوبر، صفحہ 8)

سری لنکا میں طوفان سے سات افراد ہلاک جبکہ پانچ لاپتہ ہوگئے ہیں۔ تیز آندھی اور شدید بارشوں سے درخت اکھڑ گئے اور کئی عمارتوں کو نقصان پہنچا ہے۔ طوفان سے تقریباً 20,000 افراد متاثر ہوئے ہیں۔ جنوبی اور وسطی صوبوں میں اسکول بند کردیے گئے ہیں۔ سری لنکا کے صدر نے متاثرہ علاقوں میں فوج تعینات کرنے کا حکم جاری کردیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 1 دسمبر، صفحہ 6)

جنوبی فلپائن میں طوفان کے باعث آنے والے سیلاب اور مٹی کے تودے گرنے سے تین افراد ہلاک جبکہ چھ لاپتہ ہوگئے ہیں۔ شہری دفاع کے محکمے کا کہنا ہے کہ لوگوں کو دیہات خالی کرنے کے لیے کہا گیا ہے لیکن پانی میں اضافے کی وجہ سے امدادی کارکنان متاثرہ علاقوں تک نہیں پہنچ پا رہے۔ (بزنس ریکارڈر، 23 دسمبر، صفحہ 6)

زلزلہ

ایک خبر کے مطابق میکسیکو میں 7.1 میگنی ٹیوڈ کے شدید زلزلے کے باعث 225 افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ مقامی حکام کے مطابق ہولناک زلزلے سے سینکڑوں تباہ ہونے والی عمارتوں میں اسکول کی عمارت بھی شامل ہے جہاں 21 بچے اور چار بالغ افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ امدادی اداروں نے ملبے سے ایک بچی کو زندہ باہر نکال لیا ہے۔ میکسیکو کے میئر کا کہنا ہے کہ تلاش کا عمل جاری ہے اور دو تباہ شدہ عمارتوں سے 40 افراد کو نکال لیا گیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 21 ستمبر، صفحہ 9)

ایران اور عراق کے سرحدی علاقے میں شدید زلزلے سے کم از کم 421 افراد ہلاک اور ہزاروں زخمی ہوگئے ہیں۔ امریکی ارضیاتی سروے کے مطابق عراقی کردستان میں 30 کلومیٹر جنوب مغربی علاقے حلابجہ میں 7.3 میگنی ٹیوڈ کا زلزلہ آیا۔ ایرانی حکام کے مطابق امدادی کام مکمل ہو چکا ہے اور ملک میں قومی سطح پر سوگ منانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 14 نومبر، صفحہ 1)

ایران کے دارالحکومت تہران اور اس کے ارد گرد و نواح میں 5.2 میگنی ٹیوڈ کا زلزلہ محسوس کیا گیا ہے۔ زلزلے سے دو افراد ہلاک اور تقریباً 100 افراد کے زخمی ہونے کی اطلاعات ہیں۔ زلزلے کا مرکز تہران سے 40 کلومیٹر مغرب میں تھا۔ زلزلے سے کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا لیکن زلزلے کے بعد کے جھٹکوں کے خوف سے ہزاروں افراد نے کھلے آسمان تلے رات بسر کی۔ (بزنس ریکارڈر، 22 دسمبر، صفحہ 6)

XIII۔ مزاحمت

برطانیہ میں غذائی کمپنی مکڈونلڈ کے ملازمین نے اجرت اور کام کے حالات کے حوالے سے پہلی بار احتجاج کیا ہے۔ پارلیمنٹ کے باہر مظاہرہ کرنے سے پہلے 40 ملازمین میکڈونلڈ کے دو ریسٹورینٹ جنوب مشرق لندن اور کیمبرج کے باہر جمع ہوئے۔ ملازمین کا مطالبہ تھا کہ انہیں فی گھنٹہ 10 برطانوی پاؤنڈ اجرت دی جائے۔ مکڈونلڈ میں ملازمین کو نامناسب حالات میں کام کرنے اور کام کے اوقات کو کم کرنے جیسے حالات کا سامنا رہتا ہے۔ لیبر پارٹی کے حزب اختلاف کے سربراہ جیرمی کوربن کا کہنا ہے کہ ملازمین کا مطالبہ جائز ہے جسے منظور کیا جانا چاہیے۔ (بزنس ریکارڈر، 5 ستمبر، صفحہ 8)

آسٹریلیا بھر میں کوئلے کی کان کنی کرنے والی بھارتی کمپنی ادانی انٹرپرائزز کے خلاف ماحولیاتی گروہوں نے احتجاج کیا ہے، جن کا کہنا ہے کہ کوئنزلینڈ میں کان کنی سے عالمی حدت میں اضافہ ہوگا اور اس سے مونگے کی چٹانوں کا سلسلہ (گریٹ بیریئر ریف) متاثر ہوگا۔ مقامی ذرائع ابلاغ کے مطابق نصف سے زائد آسٹریلیا کے شہری اس کان کنی کی مخالفت کررہے ہیں۔ (ڈان، 8 اکتوبر، صفحہ 11)

روٹس فار ایکوٹی

روٹس فار ایکوٹی ناانصافیوں کی شکار پسماندہ دیہی اور شہری آبادیوں کے ساتھ کام کرتی ہے جن میں چھوٹے اور بے زمین کسان، عورتیں اور مذہبی اقلیتیں شامل ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ پاکستان کی معاشی و سماجی ترقی حقیقی جمہوریت کے بغیر ممکن نہیں اور یہ تبدیلی آبادیوں کے متحرک ہوئے بغیر ناممکن ہے۔ یقیناً سماجی شعور اور سیاسی طور پر بیدار آبادیاں ہی اپنے لیے انصاف حاصل کرسکتی ہیں۔ روٹس فار ایکوٹی اس اصول پر سختی سے قائم ہے کہ وہ آبادیوں کے ساتھ مل کر سماجی، سیاسی، معاشی و ماحولیاتی انصاف کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالے گی۔

ہمارا عزم

آبادیوں کو سماجی، سیاسی و معاشی اور ماحولیاتی انصاف کے حصول کے لیے مستحکم کرنا۔

ہماری منزل

ایک حقیقی جمہوری معاشرہ جو عوام کے استحصال، جبر اور ناانصافیوں سے مبرا ہو۔

حال احوال

روٹس فار ایکوٹی (Roots for Equity)

اے۔1، فرسٹ فلور، بلاک 2، گلشن اقبال، کراچی

فون: 00922134813320　فیکس: 00922134813321

بلاگ: http://rootsforequity.noblogs.org